Postal Reg. No. L/P/GDP-1 DEC 2006

323 آمد در دفتر شعبہ
1-7-06

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

جلد 55

ایڈیٹر
منیر احمد خادم

نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
منصور احمد

ہفت روزہ
بدر
قادیان
The Weekly
BADR Qadian

شمارہ 24-25

شرح چندہ
سالانہ 250 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
20 پاؤنڈ یا 40 ڈالر امریکن
بذریعہ بحری ڈاک
10 پاؤنڈ یا 20 ڈالر امریکن

18/25 جمادی الاول 1427 ہجری 15/22 احسان 1385 ہش 15/22 جون 2006ء

اخبار احمدیہ

قادیان 17 / جون (ایم ٹی اے) سیدنا حضرت امیر المومنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے خیرو عافیت سے ہیں۔ الحمد للہ۔ کل حضور نے مسجد بیت السبوح جرمنی میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور احباب جماعت کو عبادت اور تقویٰ اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ احباب حضور پرنور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وسلامتی ،درازی عمر مقاصد عالیہ میں فائز المرامی اور خصوصی حفاظت کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔ اللّٰھم اید امامنا بروح القدس وبارک لنا فی عمرہ وامرہ۔

میں نے تم میں دو باتیں ایسی چھوڑی ہیں کہ جب تک تم ان پر مضبوطی سے قائم رہو گے تم گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری سنت نبویؐ ہے۔

قرآن مجید

☆ذَالِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (بقرہ:۱)

ترجمہ: یہی کامل کتاب ہے اس (امر) میں کوئی شک نہیں متقیوں کو ہدایت دینے والی ہے۔

☆ اِنَّہٗ لَقُرْآنٌ کَرِیْمٌ o فِیْ کِتَابٍ مَّکْنُوْنٍ o لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ o تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ o (الواقعہ:۷۷-۷۹)

ترجمہ: یقیناً یہ ایک عزت والا قرآن ہے ایک چھپی ہوئی کتاب میں (محفوظ) کوئی اسے چھو نہیں سکتا سوائے پاک کئے ہوئے لوگوں کے (اسکا) اتارا جانا تمام جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔

☆اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ o (الحجر:۱۰)

ترجمہ: اس ذکر (یعنی قرآن) کو ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے۔

☆وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا o (بنی اسرائیل:۸۳)

ترجمہ: اور ہم قرآن میں سے آہستہ آہستہ وہ (تعلیم) اتار رہے ہیں جو مومنوں کے لئے (تو) شفاء اور رحمت (کا موجب) اور ظالموں کو صرف خسارہ میں بڑھاتی ہے۔

☆وَ ھٰذَا کِتَابٌ اَنْزَلْنَاہُ مُبٰرَکٌ فَاتَّبِعُوْہُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ o (انعام:۱۵۶)

ترجمہ اور یہ (قرآن) ایسی کتاب ہے جسے ہم نے اتارا ہے اور یہ برکت والی ہے پس اسکی پیروی کرو۔

☆وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ o (اعراف:۲۰۵)

ترجمہ اور (اے لوگو!) جب قرآن پڑھا جائے تو اسکی سنا کرو اور چپ رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

☆اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا o (النساء:۸۳)

ترجمہ: پس کیا وہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے اور (نہیں سمجھتے کہ) اگر وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ یقیناً اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔

☆وَمَا کَانَ ھٰذَا الْقُرْآنُ اَنْ یُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَتَفْصِیْلَ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (یونس:۳۸)

ترجمہ: اور اس قرآن کا اللہ کے سوا (کسی اور) کی طرف سے جھوٹے طور پر بنا لیا جانا (ممکن ہی) نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ (تو) اس (کلام الٰہی) کی تصدیق (کرتا ہے) جو اس سے پہلے موجود ہے اور کتاب (الٰہی میں جو جو کچھ پایا جانا چاہئے) اس کی تفصیل (بیان کرتا ہے اور) اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

☆عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَہٗ

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب خیرکم من تعلم القرآن ص ۷۵۲)

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے وہ بہتر ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

☆عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَطَعْمُھَا طَیِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَءُ الْقُرْآنَ مَثَلُ التَّمْرَۃِ لَا رِیْحَ لَھَا وَ طَعْمُھَا حُلْوٌ وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الرَّیْحَانَۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَ طَعْمُھَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَءُ الْقُرْآنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَۃِ لَیْسَ لَھَا رِیْحٌ وَ طَعْمُھَا مُرٌّ (صحیح مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس مومن کی مثال جو قرآن مجید پڑھتا ہے نارنگی کی طرح ہے اس کی خوشبو بھی عمدہ ہے اور مزا بھی عمدہ ہے اور اس مومن کی مثال جو قرآن مجید نہیں پڑھتا کھجور کی طرح ہے اس کی خوشبو تو نہیں ہے اور مزا میٹھا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن مجید پڑھتا ہے نیاز بو کی طرح ہے اس کی خوشبو تو اچھی ہے مگر مزا کڑوا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن مجید نہیں پڑھتا تمے (اندرائن) کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی کوئی نہیں اور مزا بھی کڑوا ہے۔

☆عَنْ مَالِکٍ اَنَّہٗ بَلَغَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَ سُنَّۃَ نَبِیِّہٖ (موطا امام مالک)

ترجمہ: امام مالک کہتے ہیں کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے تم میں دو باتیں ایسی چھوڑی ہیں کہ جب تک تم ان پر مضبوطی سے قائم رہو گے تم گمراہ نہیں ہو گے ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری سنت نبویؐ ہے۔

☆عَنْ بَشِیْرِ بْنِ عَبْدِالْمُنْذِرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَیْسَ مِنَّا

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب کیف یستحب الترتیل فی القرآۃ)

ترجمہ: حضرت بشیر بن عبدالمنذر بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص قرآن مجید خوش الحانی اور سنوار کر نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

ہر قسم کی خیر و برکت قرآن مجید میں ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے قبل مسلمانوں کی حالت بہت خراب ہو چکی تھی۔ اسلام ان میں صرف نام کا رہ گیا تھا اور قرآن مجید کو مسلمانوں نے بالائے طاق رکھ دیا تھا مسلمانوں کے حق میں قرآن مجید کی یہ پیشگوئی پوری ہو چکی تھی: ''یَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ اتَّخَذُوا ھٰذَا الْقُرْآنَ مَھْجُوْرًا'' قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حضور عرض کریں گے کہ اے میرے رب میری قوم نے قرآن کو کلیتہً ترک کر دیا تھا۔ غرضیکہ قرآن مجید کی تعلیم سے مسلمان کوسوں دُور ہو گئے قرآن مجید کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا تو دور کی بات پوری پوری زندگی انہیں رسماً تلاوت کی بھی توفیق نہیں ملتی۔ مولانا الطاف حسین حالی نے اس زمانہ کے مسلمانوں کی بے دینی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

رہا دین باقی نہ اسلام باقی ... اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

علامہ اقبال نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ مسلمان اب مسلمان نہیں رہے یہودی اور عیسائی ہو چکے ہیں بلکہ ان سے بھی کہیں زیادہ ان کی حالت خراب ہو چکی ہے، اتنی زیادہ کہ یہودی اگر مسلمانوں کو دیکھیں تو ان کی حالت پر شرم محسوس کریں۔ اقبال لکھتے ہیں:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود ... یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

یہ تو عوام کی حالت ہے اور دوسری طرف علماء کہلانے والوں کی حالت بھی کچھ کم خراب نہیں ان کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علماء ھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنة وفیھم تعود۔ کہ علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے انہیں میں سے فتنے نکلیں گے اور انہیں کی طرف لوٹیں گے۔ ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ کے علماء کا حال یوں بیان فرمایا ہے کہ جب عوام ان سے دینی مسائل دریافت کرنے جائیں گے تو انہیں سور اور بندر پائیں گے۔ عالم کہلانے والوں کا حال یہ تھا کہ انہوں نے قرآن مجید کی پانچ پانچ سو آیات تک کو منسوخ قرار دے دیا گویا سرے سے قرآن مجید کا اعتبار ہی ختم کر دیا۔ تفسیر کے نام پر ہر قسم کا رطب و یابس اکٹھا کر دیا اور اسے اسرائیلی کہانیوں کا مجموعہ بنا دیا۔ قرآن مجید کی عجیب و غریب تفسیر کر ڈالی کہ انبیاء پر بھی تہمت لگانے سے باز نہ آئے اور تو اور سرور کائنات سید المعصومین کی ذات اقدس بھی اس سے الگ نہ رہ سکی۔ بعض نے احادیث کو قرآن پر مقدم کر لیا ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مامور اور مرسل مسیح و مہدی بنا کر بھیجا۔ آپؑ نے قرآن مجید کی حقانیت اور اس کا زندہ ہونا اور زندگی بخش ہونا بڑے زور و شور سے ثابت کر دکھایا اور مسلمانوں کی دینی و دنیاوی ترقیات، ہر قسم کی بھلائی و بہبودی اور کامیابی قرآن مجید سے وابستہ فرمایا۔ آپ نے اعلان کیا:

''مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر سے قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھا دوں۔ اور یہ سب کام ہو رہا ہے لیکن جس کی آنکھوں پر پٹی ہے وہ اس کو دیکھ نہیں سکتا''

جب تک مسلمان قرآن شریف کے پورے متبع اور پابند نہیں ہوتے وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔ جس قدر وہ قرآن شریف سے دُور جا رہے ہیں اسی قدر وہ ترقی کے مدارج اور راہوں سے دُور جا رہے ہیں۔
(الحکم 17 ستمبر 1905)

تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے۔ اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے یہ بڑی دولت ہے اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ (کشتی نوح)

جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں۔ باقی سب اسی کے ظل۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ (کشتی نوح)

یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دُور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے اس لئے قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔ (الحکم 17 جنوری 1907)

قرآن مجید ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ آخری اور کامل شریعت ہے۔ ہر قسم کی خوبیوں سے مزین اور ہر قسم کے نقائص اور عیب سے پاک ہے۔ سب برکتوں کا مجموعہ اور ہر خوبیوں کی جامع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ''کِتَابٌ مُبَارَکٌ'' کے نام سے یاد کیا ہے اور اسے 'فرقان' کا نام دیا ہے یعنی ایسی کتاب جو باحسن طریق حق و باطل میں فرق کر کے دکھلا دیتی ہے اور دلائل و براہین کا مجموعہ ہے۔ ہر قسم کے شک و شبہ اور وساوس سے پاک ہے اور متقیوں کو ہدایت دینے والی ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد پر بہترین رنگ میں بدرجہ تمام و کمال روشنی ڈالنے والی ہے۔ حسن معاشرت اور پاکیزہ زندگی گزارنے کے طریق و اسلوب بتانے والی ہے۔ پس اسے غور کے ساتھ پڑھنا، سوچ سمجھ کر پڑھنا اور اسے اپنی زندگیوں میں ڈھالنا اس کے تمام احکامات اوامر و نواہی پر عمل پیرا ہونا ہمارا فرض ہے۔

سرور کائنات حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ

کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید کا علم خود بھی سیکھے اور دوسروں کو بھی سکھائے۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تعلیم کو معاشرے میں عام کرنے اور اس کے سیکھنے اور سکھانے کی طرف بہت ہی پیار اور محبت بھرے انداز میں توجہ دلائی ہے کہ تعلیم القرآن تمہارے لئے بہت ہی بہتری اور بھلائی کا موجب ہو گی اور تم دنیا میں بھی بہتر وجود بن جاؤ گے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ اس کا اچھا اجر عطا فرمائے گا۔

جماعت احمدیہ کا شروع سے ہی یہ نصب العین رہا ہے کہ قرآن مجید کی خوبصورت اور زندگی بخش تعلیم کو خوب ترویج دیا جائے اور اسے عام کیا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ کے خلفاء کرام نے جو تمام بنی نوع انسان کے لئے ایک مشفق وجود اور روحانی راہبر کی حیثیت رکھتے ہیں اس راہ میں بطور خاص اپنی کوششیں صرف فرمائیں اور اپنے خطبات اور خطابات، درس و تدریس کے ذریعہ قرآن مجید کی تعلیم کو تمام دنیا کے لئے عام کیا اور اس امر کی طرف بطور خاص توجہ فرماتے رہے کہ افراد جماعت احمدیہ میں سے ہر ایک کو قرآن مجید کی تلاوت آنی چاہئے۔ اور جو تلاوت اچھی طرح کر سکتے ہوں انہیں ترجمہ ضرور سیکھنا چاہئے تا وہ اس کے معانی و مطالب پر غور کر سکیں، تفسیر پڑھ سکیں اور سمجھ سکیں اور اس طرح ہم اپنی دنیا و آخرت کو سنوارنے والے ہوں

ہمارے پیارے موجودہ امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی خصوصیت سے اس کی طرف احباب جماعت کو توجہ دلائی اور اس ضمن میں کئی خطبات ارشاد فرمائے۔ آپ نے خاص طور پر ہدایت فرمائی کہ:

''بچوں کو بھی قرآن کریم پڑھنے کی عادت ڈالیں اور خود بھی پڑھیں ہر گھر سے تلاوت کی آواز آنی چاہئے۔ پھر ترجمہ پڑھنے کی کوشش کریں اور سب ذیلی تنظیموں کو اس سلسلہ میں کوشش کرنی چاہئے خاص طور پر انصار اللہ کیونکہ خلافت ثالثہ کے دور میں ان کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا۔ اگر انصار پوری توجہ دیں تو ہر گھر میں باقاعدہ قرآن کریم پڑھنے اور اس کو سمجھنے کی کلاسیں لگ سکتی ہیں ...... پس ہر احمدی کو اپنی کامیابیوں کو حاصل کرنے کے لئے یہ نسخہ آزمانا چاہئے دین بھی سنور جائے گا اور دنیاوی مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ آج مسلمانوں میں جو لڑائی جھگڑے اور دنیا کے سامنے ذلت کی حالت ہے وہ اسی لئے ہے کہ نہ قرآن پڑھتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں

(خطبہ جمعہ ۲۴ ستمبر ۰۴)

اللہ تعالیٰ ہمیں سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ان ارشادات پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (منصور احمد)

خصوصی درخواستِ دعا

محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان آجکل محترمہ بیگم صاحبہ کی آنکھوں کے علاج کے سلسلہ میں حیدرآباد میں مقیم ہیں۔ موصولہ اطلاعات کے مطابق مورخہ 23.6.06 کو دائیں آنکھ کا آپریشن کر کے نیا کارنیا لگا دیا گیا ہے۔ اور مورخہ 24.6. کو ڈاکٹر نے چیک اپ کر کے تسلی کا اظہار کیا ہے۔ ابھی ورم ہے جو چند روز میں بتدریج کم ہو گا انشاء اللہ۔

قارئین بدر کی خدمت میں محترمہ آپا جان صاحبہ کی آنکھوں کی بینائی کی مکمل بحالی اور صحت و تندرستی کے ساتھ ہر دو بزرگان کی قادیان واپسی کے لئے دعا کی درخواست ہے (ادارہ بدر)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کو بھیج کر بجائے خود ایک روحانی معجزہ دکھایا تا کہ انسان ان معارف اور حقائق اور روحانی خوارق کو معلوم کرے جن کا اسے پتہ نہ تھا۔

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جو تعلیم اصولی فرقان مجید کی دلائل حکمیہ پر مبنی اور مشتمل ہے یعنی فرقان مجید ہر یک اصول اعتقادی کو جو مدار نجات کا ہے محققانہ طور سے ثابت کرتا ہے اور قوی اور مضبوط فلسفی دلیلوں سے بپایہ صداقت پہنچاتا ہے جیسے وجود صانع عالم کا ثابت کرنا توحید کو بپایہ ثبوت پہنچاتا ہے۔ ضرورت الہام پر دلائل قاطعہ کا لکھنا اور کسی احقاق حق اور ابطال باطل سے قاصر نہ رہنا۔ پس یہ امر فرقان مجید کے منجانب اللہ ہونے پر بڑی بزرگ دلیل ہے جس سے حقیقت اور افضلیت اس کی بوجہ کمال ثابت ہوتی ہے کیونکہ دنیا کے تمام عقائد فاسدہ کو ہر یک نوع اور ہر صنف کی غلطیوں سے بدلائل واضحہ پاک کرنا اور ہر قسم کے شکوک اور شبہات کو جو لوگوں کے دلوں میں دخل کر گئے ہوں براہین قاطعہ سے مٹا دینا اور ایسا مجموعہ اصول مدللہ اور محققہ مثبتہ کا اپنی کتاب میں درج کرنا کہ نہ پہلے اس سے وہ مجموعہ کسی الہامی کتاب میں درج ہوا اور نہ کسی ایسے حکیم اور فیلسوف کا پتہ مل سکتا ہے کہ جو کبھی کسی زمانہ میں اپنی نظر اور فکر اور عقل اور قیاس اور فہم اور ادراک کے زور سے اس مجموعہ کی حقیقی سچائی کا دریافت کرنے والا ہو چکا ہو اور نہ کبھی کسی بھلے مانس نے ایک ذرہ اس بات کا ثبوت دیا ہو۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی ایک آدھ دن کسی مدرسہ یا مکتب میں پڑھنے بیٹھے تھے یا کسی سے کچھ علم معقول یا منقول سیکھا تھا یا کبھی کسی فلسفی اور منطقی سے انکی صحبت اور مخالطت رہی تھی کہ جس کے اثر سے انہوں نے ہر یک اصول حقہ پر دلائل فلسفہ قائم کر کے تمام عقائد مدار نجات کی حقیقی سچائی کو ایسا کھول دیا کہ جس کی نظیر صفحۂ روزگار میں کہیں نہیں پائی جاتی یہ ایسا کام ہے کہ بجز تائید الٰہی اور الہام ربانی کے ہرگز کسی سے انجام پذیر نہیں ہوسکتا۔ پس ناچار عقل اس بات پر قطع واجب کرتی ہے جو قرآن شریف اس خدائے واحد لاشریک کی کلام ہے کہ جس کے علم کے ساتھ کسی انسان کا علم برابر نہیں۔ (براہین احمدیہ حصہ اول ص ۵۷۔ ۷۲)

اگر قرآن شریف کا نازل کرنے والا خدا نہیں ہے تو کیونکر اس میں تمام دنیا کے علوم حقہ الٰہیہ لکھے گئے اور وہ تمام ادلہ کاملہ علم الٰہیات کی جن کے باستیفا اور بصحت لکھنے سے سارے منطقی اور معقولی اور فلسفی عاجز رہے اور ہمیشہ غلطیوں میں ہی ڈوبتے ڈوبتے مر گئے وہ کس فلاسفر بے مثل و دانشمند نے قرآن شریف میں درج کر دیں اور کیونکر وہ اعلیٰ درجہ کی مدلل تقریریں کہ جن کی پاک اور روشن دلائل کو دیکھ کر مشرور حکیم یونان اور ہند کے اگر کچھ شرم ہو تو جیتے ہی مر جائیں ایک غریب امی کے ہونٹوں سے نکلیں اس قدر دلائل صدق کی پہلے نبیوں میں کہاں موجود ہیں آج دنیا میں وہ کونسی کتاب ہے جو ان سب باتوں میں قرآن شریف کا مقابلہ کر سکتی ہے کسی نبی پر وہ سب واقعات جو ہم نے بیان کئے مثل آنحضرتؐ کے گزرے ہیں (براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۱۲۷۔ ۱۲۸)

(قرآن کریم میں) جس قدر خداوند قادر مطلق نے تمام دنیا کے مقابلہ پر تمام مخالفوں کے مقابلہ پر تمام دشمنوں کے مقابلہ پر تمام منکروں کے مقابلہ پر تمام دولتمندوں کے مقابلہ پر تمام زور آوروں کے مقابلہ پر تمام بادشاہوں کے مقابلہ پر تمام حکیموں کے مقابلہ پر تمام فلاسفروں کے مقابلہ پر تمام اہل مذہب کے مقابلہ پر ایک عاجز ناتوان بے زر بے زور ایک امی ناخواں بے علم بے تربیت کو اپنی خداوندی کے کامل جلال سے کامیابی کے وعدے دیئے ہیں کیا کوئی ایمانداروں اور حق کے طالبوں میں سے شک کر سکتا ہے کہ یہ تمام مواعید کہ جو اپنے وقتوں پر پورے ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں یہ کسی انسان کا کام ہے (براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۴۲ حاشیہ)

قرآن کریم نے اپنے کلام اللہ ہونے کی نسبت جو ثبوت دیئے ہیں اگرچہ میں ان سب ثبوتوں کو تفصیل وار نہیں لکھ سکتا لیکن اتنا کہتا ہوں کہ منجملہ ان ثبوتوں کے بیرونی دلائل ہیں جیسے پیش از وقت نبیوں کا خبر دینا جو انجیل میں بھی لکھا ہوا پاؤ گے دوسرے ضرورت حقہ کے وقت قرآن شریف کا آنا یعنی ایسے وقت پر جبکہ عملی حالت تمام دنیا کی بگڑ گئی تھی اور نیز اعتقادی حالت میں بھی بہت اختلاف آگئے تھے اور اخلاقی حالتوں میں بھی فتور آ گیا تھا تیسرے اس کی حقانیت کی دلیل اس کی تعلیم کامل ہے کہ اس نے آکر ثابت کر دکھلایا کہ موسیٰ کی تعلیم بھی ناقص تھی جو ایک شق سزا دہی پر زور ڈال رہے تھے اور مسیح کی تعلیم بھی ناقص تھی جو ایک شق عفو اور درگزر پر زور ڈال رہی تھی اور گویا ان کتابوں نے انسانی درخت کی تمام شاخوں کی تربیت کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا صرف ایک ایک شاخ پر کفایت کی گئی تھی لیکن قرآن کریم انسانی درخت کی تمام شاخوں یعنی تمام قویٰ کو زیر بحث لایا اور تمام کی تربیت کے لئے اپنے اپنے محل وقوع پر حکم دیا (تبلیغ رسالت جلد سوئم ص ۵۷۔ ۵۸)

بے شک باعتبار نفس الہام کی سب کتابیں مساوی ہیں مگر باعتبار زیادت بیان اور مکملات دین کے بعض کو بعض پر فضیلت ہے پس اس جہت سے قرآن شریف کو سب کتابوں پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ جس قدر قرآن شریف میں امور تکمیل دین کے جیسے مسائل توحید اور ممانعت انواع و اقسام شرک اور معالجات امراض روحانی اور دلائل ابطال مذاہب باطلہ اور براہین اثبات عقائد حقہ وغیرہ بکمال شد و مد بیان فرمائے گئے ہیں وہ دوسری کتابوں میں درج نہیں (براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۸۶ حاشیہ)

قرآن شریف میں تعلیم حقانی کامل اور مفصل طور پر بیان کی گئی اور دوسری کتابوں میں بیان نہ ہوئی یا جو جو امور تکمیل دین کے اس میں لکھے گئے اور دوسری کتابوں میں نہ لکھے گئے تو اس کا یہی باعث ہے کہ پہلی کتابوں کو وہ تمام وجوہ محرک وحی کے پیش نہ آئے اور قرآن شریف کو پیش آگئے اور خود ظاہر ہو جاتا ان تمام وجوہ محرکہ وحی کا کسی پہلے عہد میں قبل عہد قرآن شریف کے ایک امر محال تھا۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۸۷ حاشیہ)

وہ یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ کہ جس سے بغیر تکلیف اور مشقت اور مزاحمت شکوک اور شبہات اور خطا اور سہو کے اصول صحیحہ معہ ان کی دلائل عقلیہ کے معلوم ہو جائیں اور یقین کامل سے معلوم ہوں وہ قرآن شریف ہے اور بجز اس کے دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں اور نہ کوئی ایسا ذریعہ ہے کہ جس سے یہ مقصد عظیم ہمارا پورا ہو سکے

(براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۸۹)

یقینی اور کامل اور آسان ذریعہ شناخت اصول حقہ کا اور ان سب عقائد کا کہ جن کے علم یقینی پر ہماری نجات موقوف ہے صرف قرآن شریف ہے (براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۹۲ حاشیہ)

اگرچہ ہر یک الہام الٰہی یقین دلانے کے لئے ہی آیا تھا لیکن قرآن شریف نے اس اعلیٰ درجہ یقین کی بنیاد ڈالی کہ بس حد ہی کر دی (براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۹۱ حاشیہ)

قرآن شریف میں دو امر کا التزام اول سے آخر تک پایا جاتا ہے ایک عقلی وجوہ اور دوسری الہامی شہادت یہ دونوں امر فرقان مجید میں دو بزرگ نہروں کی طرح جاری ہیں جو ایک دوسرے کے محاذی اور ایک دوسرے پر اثر ڈالتے چلے جاتے ہیں (براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۶۱ حاشیہ)

آج روئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک فرقان مجید ہی ہے کہ جس کا کلام الٰہی ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے جس کے اصول نجات کے بالکل راستی اور وضع فطرتی پر مبنی ہیں جس کے عقائد ایسے کامل اور مستحکم ہیں جو براہین قویہ انکی صداقت پر شاہد ناطق ہیں جس کے احکام حق محض پر قائم ہیں جس کی تعلیمات ہر یک طرح کی آمیزش شرک اور بدعت اور مخلوق پرستی سے بکلی پاک ہیں جس میں توحید اور تعظیم الٰہی اور کمالات حضرت عزت کے ظاہر کرنے کے لئے انتہا کا جوش ہے جس میں یہ خوبی ہے کہ سراسر وحدانیت جناب الٰہی سے بھرا ہوا ہے اور کسی طرح کا دھبہ نقصان اور عیب اور نالائق صفات کا ذات پاک حضرت باری تعالیٰ پر نہیں لگایا اور کسی اعتقاد کو زبردستی تسلیم کرانا نہیں چاہتا بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اس کی صداقت کی وجوہات پہلے دکھلا لیتا ہے اور ہر ایک مطلب اور مدعا کو حجج اور براہین سے ثابت کرتا ہے اور ہر یک اصول کی حقیت پر دلائل واضح بیان کر کے مرتبہ یقین کامل اور معرفت تام تک پہنچاتا ہے اور جو جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقائد اور اعمال اور اقوال اور افعال میں پڑے ہوئے ہیں ان تمام مفاسد کو روشن براہین سے دور کرتا ہے اور وہ تمام آداب سکھاتا ہے کہ جن کا جاننا انسان کو انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے اور ہر یک فساد کی اسی زور سے مدافعت کرتا ہے کہ جس زور سے وہ آجکل پھیلا ہوا ہے اسکی تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے گویا احکام قدرتی کا ایک آئینہ ہے اور قانون فطرت کی ایک عکسی تصویر ہے اور بینائی دلی اور بصیرت قلبی کے لئے ایک آفتاب چشم افروز ہے اور عقل کے اجمال کو تفصیل دینے والا اور اس کے نقصان کا جبر کرنے والا ہے (براہین احمدیہ حصہ دوم ص ۹۱۔ ۹۲)

قرآن کوئی نئی تعلیم نہیں لایا بلکہ اس اندرونی شریعت کو یاد دلاتا ہے جو انسان کے اندر مختلف طاقتوں کی صورت میں رکھی ہے حلم ہے ایثار ہے شجاعت ہے صبر ہے غضب ہے قناعت ہے وغیرہ غرض جو فطرت باطن میں رکھی تھی قرآن نے اسے یاد دلایا جیسے فی کتاب مکنون یعنی صحیفۂ فطرت میں کہ جو چھپی ہوئی کتاب تھی اور جسکو ہر ایک شخص نہ دیکھ سکتا تھا اس طرح اسی کتاب کا نام ذکر بیان کیا تا کہ وہ پڑھی جاوے تو وہ اندرونی اور روحانی قوتوں اور اس نور قلب کو جو آسمانی ودیعت انسان کے اندر ہے یاد دلاوے غرض اللہ تعالیٰ نے قرآن کو بھیج کر بجائے خود ایک روحانی معجزہ دکھایا تا کہ انسان ان معارف اور حقائق اور روحانی خوارق کو معلوم کرے جن کا اسے پتہ نہ تھا۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ ص ۹۴)

خطبہ جمعہ

قرآن کریم کا ادب یہی ہے کہ اس کو سمجھ کر پڑھا جائے۔

قرآن کریم کی تلاوت کرو، اس کے مطالب پر غور کرو، اس کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں کا حصہ بناؤ

(قرآن مجید، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے قرآن کریم کی تلاوت اور اس پر تدبّر وتفکّر اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے سے متعلق نہایت اہم نصائح)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ 21/اکتوبر 2005ء (21/اخاء 1384 ہجری شمسی) بمقام مسجد بیت الفتوح لندن (برطانیہ)

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر الفضل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ۔ اُوْلٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾۔(سورة البقرہ:122)

آجکل ماشاء اللہ جہاں رمضان کی وجہ سے مسجدوں میں درسوں کے سننے اور پھر اس کا مختصر ترجمہ اور تفسیر یا اہم مقامات کی وضاحت سننے کا موقع میسر ہوتا ہے جس سے بڑے شوق کے ساتھ بہت سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہوتے ہیں۔ اور پھر نماز تراویح میں قرآن کریم کا دور مکمل ہو رہا ہوتا ہے اور خاصی تعداد اس سے بھی فائدہ اٹھاتی ہے، وہاں گھروں میں بھی قرآن کریم پڑھنے، اس کی تلاوت کرنے اور بعض کو اس کا ترجمہ پڑھنے کا بھی موقع ملتا ہے۔ عموماً ماشاء اللہ! اکثر احمدی گھروں میں رمضان میں قرآن کریم کے پڑھنے کی طرف خاص توجہ ہوتی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو رمضان کی وجہ سے اپنے اندر روحانی تبدیلی پیدا کرنے کی مومن عمومی کوشش کرتا ہے۔

دوسرے قرآن کریم کو جیسا کہ ہم جانتے ہیں رمضان سے ایک خاص نسبت ہے۔ اس کا نزول اس مہینے میں شروع ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے حضور مناجات کو خدا تعالیٰ نے سنا اور اپنی رحمت کے دروازے کھولے اور دنیا کو گند اور شرک میں پڑا ہوا دیکھ کر بے چین اور بیزار ہونے والے وجود کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی اصلاح کے لئے آخری شرعی کتاب دے کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔ اور پھر 23 سال کے لمبے عرصہ تک یہ شریعت اترتی رہی اور جبریل آپؐ کے پاس ہر رمضان میں اس وقت تک کے نازل شدہ قرآن کا ایک دَور مکمل کرواتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے سال (جس سال آپؐ کا وصال ہوا) اس سال کا جو رمضان تھا، اس سال میں جبکہ شریعت مکمل اور کامل ہو چکی تھی جبریل نے دو دفعہ قرآن کریم ختم کروایا۔ پس یہ سنت ہے جس کو مومن جاری رکھتے ہیں۔ اور کم از کم ایک یا دو دفعہ رمضان میں قرآن کریم کا دور مکمل کرتے ہیں، ختم کرتے ہیں، پڑھتے ہیں۔ اور جن کو توفیق ہو وہ دو دفعہ سے زیادہ بھی پڑھ لیتے ہیں۔ لیکن اتنی جلدی بھی نہیں پڑھنا چاہئے کہ سمجھ ہی نہ آئے کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ جو اہل زبان تھے، عرب تھے ان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تین دن سے کم عرصے میں قرآن کریم کو ختم کیا اس نے قرآن کریم کا کچھ بھی نہیں سمجھا۔ (ترمذی ابواب القرأت باب ما جاء انزل القرآن علی سبعة احرف)

ایک روایت میں سات دن کا بھی ذکر آتا ہے۔ تو صحابہؓ کی بھی جو اپنی استعداد تھی اس کے مطابق آپؐ حکم دیا کرتے تھے، ارشاد فرمایا کرتے تھے، نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ بہرحال بنیادی مقصد یہی ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرو، اس کے مطالب پر غور کرو، اس کی تعلیمات پر غور کرو۔ ان کو اپنی زندگیوں کا حصہ بناؤ۔ اگر اس طرح قرآن کریم کی تلاوت نہیں کر رہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ صحابہ نے اس نکتے کو خوب سمجھا کہ قرآن کریم کو کس طرح پڑھنا ہے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی تلاوت کا حق ادا کرنے کی گواہی دی۔ جیسا کہ اس آیت میں جس کی مَیں نے تلاوت کی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی، وہ اس کی ایسی ہی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو در حقیقت اس پر ایمان لاتے ہیں اور جو کوئی بھی اس کا انکار کرے پس وہی ہیں جو گھاٹا پانے والے ہیں۔

تو یہ تھے وہ لوگ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوت قدسی اور اس کتاب کے ذریعہ سے نہ صرف انسان بنایا بلکہ عبادت گزار اور باخدا انسان بنایا۔ یہ تلاوت کا حق وہ کس طرح ادا کیا کرتے تھے؟۔ کیا صرف پڑھ لینے سے ہی حق ادا ہو جاتا ہے؟۔ نہیں، بلکہ اس کے بھی کچھ لوازمات ہیں۔ اس کے لئے بھی کچھ شرطیں ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح رمضان میں آجکل ہم میں سے ہر کوئی صبح جلدی اٹھتا ہے اور نفل ادا کرتا ہے پھر روزہ رکھنے کے لئے سحری کھاتا ہے، اور پھر نماز کے لئے جاتا ہے۔ اگر سحری اور نفل کے درمیان میں وقت ہو تو پھر بعض دفعہ بعض لوگ اُس وقت میں قرآن کریم کی تلاوت بھی کر لیتے ہیں۔ نوافل میں قرآن کریم جتنا یاد ہو وہ پڑھا جاتا ہے۔ اور پھر نماز کے بعد بھی ہر گھر میں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے۔ عموماً کوشش یہی ہوتی ہے کہ ہر گھر میں تلاوت ہو رہی ہو۔ کیونکہ یہ وہ وقت ہوتا ہے جس سے روحانیت میں زیادہ ترقی ہوتی ہے۔ اس وقت ایک خاص ماحول ہوتا ہے۔ اس طریق کو ہمیں جاری رکھنا چاہئے۔ رمضان کے بعد بھی، روزے تو رمضان کے بعد نہیں رکھنے ہوں گے لیکن نفل ہیں، نماز ہے، قرآن کریم کی تلاوت ہے، وقت پہ صبح اٹھنا چاہئے اور یہ کام ضرور کرنے چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فجر کے وقت کی تلاوت کی اہمیت بیان فرمائی ہے کہ ﴿وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ﴾ اور قرآن اور فجر کی تلاوت کو اہمیت دو۔ اور پھر فرمایا ﴿اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل:79) کہ یقیناً فجر کو قرآن پڑھنا ایسا ہے کہ اس کی گواہی دی جاتی ہے۔ پس یہ صبح کے وقت کی تلاوتیں ہر مومن کے لئے گواہ بن رہی ہوں گی۔ لیکن کیا صرف پڑھ لینا ہی کافی ہے۔ ہماری دنیا و آخرت سنوارنے کے لئے اور ہمارے حق میں گواہی دینے کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں بلکہ جو تلاوت کی ہے اس کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔ تبھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا، مَیں نے ضمناً پہلے بھی ذکر کیا تھا لیکن تفصیلی حدیث یہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: قرآن کریم کی تلاوت ایک ماہ میں مکمل کیا کرو۔ (بخاری کتاب فضائل القرآن باب فی کم یقرأ القرآن)

تاکہ آہستہ آہستہ جب پڑھو گے، غور کرو گے، سمجھو گے تو گہرائی میں جا کر اس کے مختلف معانی تم پر ظاہر ہوں گے۔ لیکن جب انہوں نے کہا کہ میرے پاس وقت بھی ہے اور اس بات کی استعداد بھی رکھتا ہوں کہ زیادہ پڑھ سکوں تو آپؐ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے پھر ایک ہفتہ میں ایک دور مکمل کر لیا کرو اس سے زیادہ نہیں۔ تو آپؐ صحابہؓ کو سمجھانا چاہتے تھے کہ صرف تلاوت کر لینا، پڑھ لینا کافی نہیں ہے۔ انسان جلدی جلدی پڑھنا شروع کرے تو دس گیارہ گھنٹے میں پورا قرآن پڑھ سکتا ہے لیکن اس میں سمجھ خاک بھی نہیں آئے گی۔ بعض تراویح پڑھنے والے حفاظ اتنا تیز پڑھتے ہیں کہ سمجھ ہی نہیں آتی کہ کیا الفاظ پڑھ رہے ہیں۔ جماعت میں تو میرے خیال میں اتنا تیز پڑھنے والا شاید کوئی نہ ہو لیکن غیر از جماعت کی مساجد میں تو 18-20 منٹ میں یا زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے میں ایک پارہ بھی پڑھ لیتے ہیں اور دس گیارہ رکعت نفل

بھی پڑھ لیتے ہیں۔ تو اتنی جلدی کیا خاک سمجھ آتی ہوگی؟ تلاوت کرنے کی بھی ہر ایک کی اپنی استعداد ہوتی ہے اور انداز ہوتا ہے۔ کوئی واضح الفاظ کے ساتھ زیادہ جلدی بھی پڑھ سکتا ہے۔ کچھ زیادہ آرام سے پڑھتے ہیں لیکن ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ تلاوت سمجھ کر کرو۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا﴾ (المزمل:4) کہ قرآن کو خوب نکھار کر پڑھا کرو۔ اب جس نے 18-20 منٹ میں یا آدھے گھنٹے میں نماز پڑھانی ہے اور قرآن کریم کا ایک پارہ بھی ختم کرنا ہے، اس نے کیا سمجھنا ہے اور کیا نکھارنا ہے۔

ایک دفعہ میں وقف عارضی پر کسی کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ تو ایک دن صبح کی نماز کے بعد ہم تلاوت سے فارغ ہوئے تو وہ مجھے کہنے لگے کہ میاں تم سے مجھے ایسی امید نہیں تھی۔ میں سمجھا پتہ نہیں مجھ سے کیا غلطی ہوگئی۔ میں نے پوچھا ہوا کیا ہے۔ کہنے لگے کہ میں دو تین دن سے دیکھ رہا ہوں کہ تم تلاوت کرتے ہو تو بڑی ٹھہر ٹھہر کے تلاوت کرتے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اٹکتے ہو تمہیں ٹھیک طرح قرآن کریم شریف پڑھنا نہیں آتا۔ تو میں نے ان کو کہا کہ اٹکتا نہیں ہوں بلکہ مجھے اسی طرح عادت پڑی ہوئی ہے۔ ہر ایک کا اپنا اپنا طریق ہوتا ہے۔ اس حدیث کا حوالہ تو نہیں پتہ تھا۔ قرآن کی یہ آیت میرے ذہن میں نہیں آئی۔ لیکن میں نے کہا مجھے تیز پڑھنا بھی آتا ہے بے شک تیز پڑھنے کا مقابلہ کر لیں لیکن بہر حال جس میں مجھے مزا آتا ہے اسی طرح میں پڑھتا ہوں، تلاوت کرتا ہوں۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بعض لوگ اپنی علمیت دکھانے کے لئے بھی سمجھتے ہیں کہ تیز پڑھنا بڑا ضروری ہے حالانکہ اللہ اور اللہ کے رسول کہہ رہے ہیں کہ سمجھ کے پڑھو تاکہ تمہیں سمجھ بھی آئے اور یہی مستحسن ہے۔ اور جیسا کہ میں نے کہا ہر ایک کی اپنی اپنی استعداد ہے۔ ہر ایک کی اپنی سمجھنے کی رفتار اور اخذ کرنے کی قوت بھی ہے تو اس کے مطابق بہرحال ہونا چاہئے اور سمجھ کر قرآن کریم کی تلاوت ہونی چاہئے۔ قرآن کریم کا ادب بھی یہی ہے کہ اس کو سمجھ کر پڑھا جائے۔ اگر اچھی طرح ترجمہ آتا بھی ہو تب بھی سمجھ کر ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کا حق ادا کرتے ہوئے پڑھنا چاہئے تاکہ ذہن اس حسین تعلیم سے مزید روشن ہو۔ پھر جب انسان سمجھ لے، ہر ایک کا اپنا علم ہے اور استعداد ہے۔ جس کے مطابق وہ سمجھ رہا ہوتا ہے جیسا کہ میں نے کہا لیکن قرآن کریم کا فہم حاصل کر کے اس کو بڑھانا بھی مومن کا کام ہے۔ ایک جگہ ہی یہ تعلیم محدود نہیں ہو جاتی۔ تو جتنی بھی سمجھ ہے، بعض تو بڑے واضح احکام ہیں، سمجھنے کے بعد ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ کسی بھی اچھی بات کا یا نصیحت کا فائدہ تبھی ہو سکتا ہے جب وہ نصیحت پڑھ یا سن کر اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی ہو رہی ہوگی۔ کیونکہ تلاوت کا ایک مطلب پیروی اور عمل کرنا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ فرمایا ہے کہ یہ قرآن میں نے تمہارے لئے، ہر اس شخص کے لئے جو تمام نیکیوں اور اچھے اعمال کے معیار حاصل کرنا چاہتا ہے اس قرآن کریم میں یہ اعلیٰ معیار حاصل کرنے کے لئے تمام اصول اور ضابطے مہیا کر دیئے ہیں۔ ہر قسم کے آدمی کے لئے، ہر قسم کی استعداد رکھنے والے کے لئے، اور نہ صرف یہ کہ جیسا کہ میں نے کہا کسی خاص آدمی کے لئے نہیں رکھے ہیں بلکہ ہر طبقے اور ہر معیار کے آدمی کے لئے رکھے ہیں۔ اور اس میں ہر آدمی کے لئے نصیحت ہے وہ اپنی استعداد کے مطابق سمجھ لے۔ فرمایا کہ ﴿وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ﴾ (القمر:18)۔ اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کی خاطر آسان بنا دیا ہے۔ پس کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔ اب یہ ہمارے پر ہے کہ ہم اس تعلیم کو کس حد تک اپنے اوپر لاگو کرتے ہیں اور اس کی تعلیمات سے نصیحت پکڑتے ہیں۔

پس آج ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس رمضان میں اس نصیحت سے پُر کلام کو، جیسا کہ ہمیں اس کے زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی توفیق مل رہی ہے، اپنی زندگیوں پر لاگو بھی کریں۔ اس کے ہر حکم پر جس کے کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کریں۔ اور جن باتوں کی مناہی کی گئی ہے، جن باتوں سے روکا گیا ہے ان سے رکیں، ان سے بچیں، اور کبھی بھی ان لوگوں میں سے نہ بنیں جن کے بارے میں خود قرآن کریم میں ذکر ہے۔ فرمایا کہ ﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا﴾ (الفرقان:31) اور رسول کہے گا اے میرے رب! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو متروک کر چھوڑا ہے۔

یہ زمانہ اب وہی ہے جب اور بھی بہت ساری دلچسپیوں کے سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ پڑھنے والی کتابیں بھی اور بہت سی آ چکی ہیں۔ اور بہت ساری دلچسپیوں کے سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ انٹرنیٹ وغیرہ ہیں جن پر ساری ساری رات یا سارا سارا دن بیٹھے رہتے ہیں۔ اس طرح ہے کہ نشے کی حالت ہے اور اس طرح کی اور بھی دلچسپیاں ہیں۔ خیالات اور نظریات اور فلسفے بہت سے پیدا ہو چکے ہیں۔ جو انسان کو مذہب سے دور لے جانے والے ہیں اور مسلمان بھی اس کی لپیٹ میں ہیں۔ دنیا میں سارا معاشرہ ہی ایک ہو چکا ہے۔ قرآنی تعلیم کو پس پشت ڈال کر اپنی مرضی کی تعلیمات پر ہر جگہ عمل ہو رہا ہے۔ یہی زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہے۔ اسی زمانے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ قرآن کو متروک چھوڑ دیا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی اس متروک شدہ تعلیم کو دنیا میں دوبارہ رائج کرنا ہے اور آپ نے یہ رائج کرنا تھا بھی اور آپ نے یہ رائج کر کے دکھایا بھی ہے۔ آج ہم احمدیوں کی ذمہ داری ہے، ہر احمدی کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرآنی تعلیم پر نہ صرف عمل کرنے والا ہو، اپنے پر لاگو کرنے والا ہو بلکہ آگے بھی پھیلائے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو آگے بڑھائے۔ اور کبھی بھی یہ آیت جو میں نے اوپر پڑھی ہے کسی احمدی کو اپنی لپیٹ میں نہ لے۔ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فقرہ ہمارے ذہن میں ہونا چاہئے کہ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ ہم ہمیشہ قرآن کے ہر حکم اور ہر لفظ کو عزت دینے والے ہوں۔ اور عزت اس وقت ہوگی جب ہم اس پر عمل کر رہے ہوں گے۔ اور جب ہم اس طرح کر رہے ہوں گے تو قرآن کریم ہمیں ہر پریشانی سے نجات دلانے والا اور ہمارے لئے رحمت کی چھتری ہوگا۔ جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ (بنی اسرائیل:83)۔ اور ہم قرآن میں سے وہ نازل کرتے ہیں جو شفا ہے اور مومنوں کے لئے رحمت ہے اور وہ ظالموں کو گھاٹے کے سوا اور کسی چیز میں نہیں بڑھاتا۔

پس ہمیں چاہئے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے تمام اوامر و نواہی کو سامنے رکھیں اور اس تعلیم کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ تبھی ہم روحانی اور جسمانی شفا پانے والے بھی ہوں گے اور قرآن کریم ہمارے لئے رحمت کا باعث بھی ہوگا۔ اور عمل نہ کرنے والے تو ظالم ہیں اور ان کے لئے سوائے گھاٹے کے اور کچھ ہے ہی نہیں، جیسا کہ قرآن شریف نے فرمایا۔ ان کی تو آنکھ ہی اندھی ہے۔ ان کو تو قرآن کریم کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اسلام کے خلاف بہت ساری کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ بعض گو کہ مسلمان نہیں ہیں، عیسائی ہیں، لیکن بعض دفعہ حق میں بھی باتیں لکھ دیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ایک کتاب لکھنے والی ہیں کیرن آرمسٹرانگ۔ انہوں نے اپنی کتاب میں کسی کا حوالہ Quote کیا ہے۔ کوئی لکھنے والا ہے فیٹر ویلڈن، اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اندھوں کی نشانی بتا دی ہے۔ اس نے قرآن کریم سے کیا اخذ کیا؟ سنیں، وہ کہتا ہے کہ قرآن کریم میں کوئی بھی قابل توجہ اور سوچنے والی بات نہیں ہے۔ پھر کہتا ہے کہ یہ کوئی ایسا کلام نہیں ہے کہ جس پر معاشرہ عقل و شعور سے بنیاد کر سکے۔ مفہوم تقریباً یہی بنتا ہے اس کی باتوں کا۔ پھر کہتا ہے کہ یہ صرف طاقت اور ہتھیار مہیا کرتا ہے ان لوگوں کو جو ہر اس تصور کو دباتے ہیں جو ان کے خیال سے مطابقت رکھنے والا نہ ہو۔ اور پھر آگے اسی طرح لکھتا ہے کہ اس کا نفس مضمون محدود ہے اور سوچوں کو محدود کرنے والا ہے۔ تو قرآن نے تو پہلے ہی دعویٰ کر دیا ہے ایسے لوگوں کے بارے میں اور ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ہدایت پانی ہے کہ یہ تو ہدایت ان کو دیتا ہے جن کے دل میں کوئی نیکی ہو یا نیکی کی طرف جانے کا رجحان ہو۔ شروع میں فرمایا کہ ﴿ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ﴾ (البقرۃ) تو ہر ایک کا جو پہلے مسلمان نہیں بھی ہوا تقویٰ کا ایک معیار ہے کہ چیزوں کو ہر قسم کے تعصب سے پاک ہو کے دیکھے۔ یہ بھی ایک تقویٰ کی قسم ہے۔ تو یہ تو متقیوں کے لئے جو صاف ذہن رکھتے ہیں ان کے لئے ہدایت ہے۔ تو جس نے دیکھنا ہی تعصب کی نظر سے ہے اس کے لئے تو قرآن نے خود ہی کہہ دیا ہے کہ ان کو کبھی ہدایت نہیں دے گا۔ بلکہ فرمایا کہ یہ متعصب لوگ جو اسلام کی دشمنی کی باتیں کرتے ہیں یہ تو ظالم لوگ ہیں اور قرآن کریم میں ان کے لئے سوائے گھاٹے کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے کہ ﴿وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ کہ وہ ظالموں کو گھاٹے کے سوا کسی چیز میں نہیں بڑھاتا۔ پس اب یہ احمدی کا فرض ہے کہ اس زمانے میں قرآن کریم کی تلاوت کو بھی اور اس پر عمل کر کے بھی اپنی زندگی کا مستقل حصہ بنائیں تاکہ ہر احمدی کے عمل سے ان ظالموں کے منہ خود بخود

محمود احمد بانی
منصور احمد بانی
اسعد | شہروز | مسرور

BANI®
موٹر گاڑیوں کے پرزہ جات

Our Founder
Late Mian Muhammad Yusuf Bani
(1908-1968)
ESTABLISHED 1956
AUTOMOTIVE RUBBER CO.
5, SOOTERKIN STREET, KOLKATA - 700 072
BANI AUTOMOTIVES
56, TOPSIA ROAD, (SOUTH)
KOLKATA - 700 046
BANI DISTRIBUTORS
5, SOOTERKIN
KOLKATA - 72

PHONE : CITY SHOWROOM : 2236-9893, 2234-7577, WAREHOUSE : 2343-4006, 2344-8741, RESIDENCE : 2236-2096, 2237-8749, FAX : 91 33-2234-7577

بند ہوتے چلے جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’قرآن شریف پر تدبر کرو۔ اس میں سب کچھ ہے۔ نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانہ کی خبریں ہیں وغیرہ۔ بخوبی سمجھ لو کہ یہ وہ مذہب پیش کرتا ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے برکات اور ثمرات تازہ بہ تازہ ملتے ہیں۔ انجیل میں مذہب کو کامل طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ اس کی تعلیم اس زمانے کے حسب حال ہو تو ہو لیکن وہ ہمیشہ اور ہر حالت کے موافق ہرگز نہیں۔ یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے۔ اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے۔ اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے۔ اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو۔ اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو‘‘۔ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 102 جدید ایڈیشن)

اب میں چند احادیث پیش کرتا ہوں جن سے قرآن کریم کے پڑھنے اور ان پر عمل کرنے کی برکات پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قرآن کا ایک حرف بھی پڑھا اس کو اس کے پڑھنے کی وجہ سے ایک نیکی ملے گی اور اس ایک نیکی سے دس اور نیکیاں ملیں گی۔ پھر فرمایا: مَیں یہ نہیں کہتا کہ الٓم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، اور لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔ (بخاری کتاب فضائل القرآن)

پھر ایک اور روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: وہ شخص جو قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے اور اس میں عبور رکھتا ہے، اچھی طرح پڑھتا ہے، وہ فرمانبردار اور معزز سفر کرنے والوں کے ساتھ ہوگا۔ ان کے ساتھ اس کو مقام ملے گا۔

(ترمذی کتاب فضائل القرآن)

پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: جس شخص نے دن میں پچاس آیات قرآن کی تلاوت کیں وہ غافل لوگوں میں شمار نہ کیا جائے گا۔

(سنن الدارمی۔ کتاب فضائل القرآن)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ: جس نے ایک رات میں پچاس آیات قرآن کی تلاوت کیں وہ حفاظ قرآن میں شمار ہوگا۔ (سنن الدارمی۔ کتاب فضائل القرآن)

اور حفاظ قرآن کے درجات کے بارے میں روایت میں یوں ذکر آتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حافظ قرآن کو جنت میں داخل ہوتے وقت کہا جائے گا کہ تم قرآن پڑھتے جاؤ اور بلندی کی طرف چڑھتے جاؤ۔ پس وہ قرآن کریم پڑھتا جائے گا اور بلندی کی منازل طے کرتا جائے گا۔ کیونکہ ہر ایک آیت کے بدلے اس کے لئے ایک درجہ ہوگا۔ یہاں تک کہ آخری آیت کے پڑھنے تک جو اسے یاد ہوگی وہ بلندی کی طرف چڑھتا جائے گا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الادب)

پھر قرآن کریم کی گھروں میں باقاعدہ تلاوت کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں کثرت سے تلاوت قرآن کریم کیا کرو۔ یقیناً وہ گھر جس میں قرآن نہ پڑھا جاتا ہو وہاں خیر کم ہو جاتی ہے۔ اور وہاں شر زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ گھر اپنے رہنے والوں کے لئے تنگ پڑ جاتا ہے۔

پس ہر احمدی کو چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔ اس رمضان میں گھر کے ہر فرد نے جس برکت کو قرآن کریم کی تلاوت کر کے حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اس کو جاری رکھیں۔ اس برکت سے نہ صرف دین و دنیا سنوار رہے ہوں گے بلکہ شیطان کے حملوں کے خلاف طاقت بھی حاصل کر رہے ہوں گے۔ لیکن یاد رکھیں کہ یہ برکتیں اس وقت حاصل ہو رہی ہوں گی جب اس کو سمجھ کر، اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کر رہے ہوں گے۔ ورنہ تو اندھوں والا ہی حال ہوگا جس کا مَیں نے ذکر کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ یہ برکت حاصل کرنے کے لئے قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور چال چلن کو اس تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔

پھر قرآن کریم کی تلاوت کس طرح کرنی چاہئے اس بارے میں ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کے حُسن میں اپنی عمدہ آواز کے ساتھ اضافہ کیا کرو۔ کیونکہ عمدہ آواز قرآن کے حسن میں اضافہ کا موجب ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب فضائل القرآن)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: پرستش کی جڑ تلاوت کلام الٰہی ہے۔ کیونکہ محبوب کا کلام اگر پڑھا جائے یا سنا جائے تو ضرور سچے محب کے لئے محبت انگیز ہوتا ہے اور شورش عشق پیدا کرتا ہے۔ (سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 283)۔ ایک گرمی پیدا ہوتی ہے اور عشق میں توجہ پیدا ہوتی ہے۔ پس اگر خدا تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ ہے۔ تو اس محبت میں مزید اضافے کے لئے اور خدا تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے کے لئے ہمیں قرآن کریم کو پڑھنا چاہئے اور سمجھ کر پڑھنا چاہئے اور اس پر عمل کرنا چاہئے اور یہ بہت ضروری ہے۔

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، کسی صاحب نے سوال کیا تھا اس کے جواب میں فرمایا کہ ’’قرآن شریف تدبر و تفکر و غور سے پڑھنا چاہئے۔‘‘ بڑا غور کرو اس پر۔ ’’حدیث شریف میں آیا ہے رُبَّ قَارٍ یَلْعَنُہُ الْقُرْاٰنُ۔ یعنی بہت ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن مجید لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیتِ رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے۔ اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبر و غور سے پڑھنا چاہئے اور اس پر عمل کیا جاوے‘‘۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 157 جدید ایڈیشن)

تو یہ ہے قرآن کریم پڑھنے کا طریق۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کریم پڑھا کرو یقیناً وہ قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کے لئے شفاعت کرے گا۔ فرمایا زَھْرَاوَیْن دو خوشنما اور حسین پھولوں یعنی سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران کی تلاوت کیا کرو۔ یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن دو بدلیوں کی مانند ہوں گی یا دو منتہائے مقصود۔ ایسی چیزیں جن کو حاصل کرنا ہو۔ یا صفت بستہ پرندوں کی دو ٹولیوں کی شکل میں ہوں گی۔ اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے دفاع کر رہی ہوں گی، ان کے حق میں بیان کر رہی ہوں گی۔

پھر فرمایا کہ سورۃ بقرہ پڑھا کرو کیونکہ اس کو اختیار کرنا یا عمل کرنا موجب برکت ہے اور اس کو چھوڑنے میں حسرت۔ اور کوئی جھٹلانے والا اسے جھٹلا نہیں سکتا۔ یا کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(مسلم کتاب صلوۃ المسافرین)

تو یہی ہے کہ سورۃ بقرہ اور آل عمران میں جو مضمون ہیں ان کو سمجھو، پڑھو، تلاوت کرو، ان پر عمل کرو تو بہت ساری باتیں اس سے حاصل ہو جاتی ہیں۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ باقی قرآن کریم کی تلاوت ضروری نہیں ہے۔ اور یہ دو سورتیں ہی ہیں جن کی ہر وقت تلاوت کی جائے۔ بلکہ ان کے مضمون کے لحاظ سے اور ان کو سمجھ کر عمل کرنے کے لحاظ سے بات کی گئی ہے۔ پھر ان کو یاد کر کے نماز میں، خاص طور پر اپنے نوافل میں پڑھنے کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی کی رات کو آنکھ کھل گئی تو انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نفل پڑھ رہے ہیں۔ تو وہ بھی بڑے شوق سے ساتھ شامل ہو گئے۔ کہتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد تھک کے میرا برا حال ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو پوری سورۃ بقرہ پڑھی پھر شاید دوسری رکعت میں سورۃ آل عمران پڑھی۔ دیکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنے کا انداز بھی کیسا ہوتا ہوگا۔ اس بیچارے نے تو تھکنا ہی تھا۔ روایت میں ملتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور سنتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص کیفیت ہو جایا کرتی تھی۔

پھر سورۃ بقرہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قرآن کریم کی چوٹی کا حصہ ہے۔ سورۃ بقرہ میں مضامین ہیں۔ حضرت آدم سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیاء کا ذکر بھی اس میں موجود ہے۔ عبادتوں کے مسائل کا ذکر بھی ہے۔ نماز وغیرہ کس طرح پڑھنی ہے۔ روزے کس طرح رکھنے ہیں۔ اس طرح دوسرے احکامات ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی دعاؤں کا بھی ذکر ہے اس طرح اور بھی مختلف دعائیں سکھائی گئی ہیں۔ پھر آل عمران میں بھی مختلف مضامین عیسائیت کے بارے میں بھی اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں وغیرہ کے جنگ بدر کے بارے

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اَلصَّلٰوۃُ ھِیَ الدُّعَآء

(نماز ہی دعا ہے)

منجانب

طالب دعا از: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

آٹو ٹریڈرز

AUTO TRADERS

16 ٹینگو لین کلکتہ 70001

دکان: 2248-6222, 2248-1652

2243-0794

رہائش: 2237-0471, 2237-8468

میں اور دوسری جنگوں کے بارے میں۔تو ان میں یہ مختلف قسم کے مضامین کا خزانہ ہے۔

پھر ایک روایت میں قرآن کریم کے یاد کرنے اور نماز میں پڑھنے کی فضیلت کے بارے میں اس طرح آتا ہے۔حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''نماز میں قرآن کریم کا پڑھنا افضل ہے، اُس پڑھنے سے جو نماز کے علاوہ پڑھا گیا ہو''۔ جو نماز میں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے وہ اس سے زیادہ افضل ہے جو عام حالات میں پڑھا جائے۔ ''اور نماز کے علاوہ قرآن کریم پڑھنا خدا تعالیٰ کی پاکیزگی اور بڑائی بیان کرنے سے زیادہ افضل ہے''۔ اور جو دوسرے ذکر ہیں اُن کی نسبت قرآن کریم کا پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ ''اور خدا تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرنا صدقہ کرنے سے زیادہ افضل ہے''۔ یہ جو بہت زیادہ ذکر کرنے والے اور سوچ سمجھ کر کرنے والے ہیں بعض دفعہ صدقے سے بھی زیادہ افضل ہیں۔ ''اور فرمایا صدقہ کرنا روزے سے زیادہ افضل ہے۔ اور روزہ آگ سے بچنے کے لئے ڈھال ہے''۔ (مشکوۃ المصابیح)

تو کتنی فضیلت ہے قرآن کریم کو یاد کرنا اور پھر نماز میں پڑھنا۔ کیونکہ نماز میں ایک خاص کیفیت ہوتی ہے۔ اس لئے تلاوت کرتے وقت ایک ایک لفظ پر مومن زیادہ غور کر رہا ہوتا ہے۔ اور جہاں جہاں انذار ہوں، جہاں جہاں بشارتیں ہوں، ان آیات پر استغفار اور حمد کی توفیق مل رہی ہوتی ہے۔ ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے۔ یہ احساس ہوتا ہے کہ مَیں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں۔ نماز کے بارہ میں یہ آیا ہے کہ نماز یہ سوچ کر پڑھو کہ میں خدا کے سامنے کھڑا ہوں، وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ نماز میں قرآن کریم پڑھنا سب سے افضل ہے۔ دوسرے یہ فائدہ بھی ہے کہ زیادہ سے زیادہ قرآن کریم یاد کرنے کی طرف توجہ بھی پیدا ہوگی۔ یہ ایک علیحدہ برکت ہے۔ لیکن بہرحال فرمایا کہ ویسے تلاوت کرنا بھی بہت ساری نیکیوں سے زیادہ افضل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''قرآن مجید ایک ایسی پاک کتاب ہے جو اُس وقت دنیا میں آئی تھی جبکہ بڑے بڑے فساد پھیلے ہوئے تھے۔ اور بہت سی اعتقادی اور عملی غلطیاں رائج ہو گئی تھیں۔ اور قریباً سب کے سب لوگ بداعمالیوں اور بدعقیدگیوں میں گرفتار تھے۔ اس کی طرف اللہ جل شانہ قرآن مجید میں اشارہ فرماتا ہے ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾ یعنی تمام لوگ کیا اہل کتاب اور کیا دوسرے سب کے سب بدعقیدگیوں میں مبتلا تھے اور دنیا میں فساد عظیم برپا تھا۔ غرض ایسے زمانے میں خدا تعالیٰ نے تمام عقائد باطلہ کی تردید کے لئے قرآن مجید جیسی کامل کتاب ہماری ہدایت کے لئے بھیجی جس میں کل مذاہب باطلہ کا ردّ موجود ہے۔ اور خاص طور پر سورۃ فاتحہ میں جو پنج وقتہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اشارہ کے طور پر کل عقائد کا ذکر ہے۔ (الحکم 2/جنوری 1908ء)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ''تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (کشتیٔ نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

فرمایا ''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر قرآن کریم سے اعراض صوری یا معنوی نہ ہو'' نہ ظاہری طور پر نہ معنوں کے لحاظ سے۔ جو بھی تعلیم دی گئی اس پر عمل، و'' تو اللہ تعالیٰ اس میں اور اس کے غیروں میں فرقان رکھ دیتا ہے''، فرق ظاہر کر دیتا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ پر کامل یقین اور ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اس کی قدرتوں کے عجائبات وہ مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کی معرفت بڑھتی ہے۔ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اس کو وہ حواس اور قویٰ دیئے جاتے ہیں کہ وہ ان چیزوں اور اسرار قدرت کو مشاہدہ کرتا ہے جو دوسرے نہیں دیکھتے۔ وہ ان باتوں کو سنتا ہے کہ اوروں کو ان کی خبر نہیں''۔ (الحکم 17/اگست 1905ء)

تو دعاؤں کی قبولیت کے لئے بھی قرآن کریم کا سیکھنا، پڑھنا، یاد کرنا ضروری ہے۔

اللہ کرے کہ ہم نے رمضان کے گزشتہ دنوں میں، آج 17 روزے گزر گئے ہیں، قرآن کریم کے پڑھنے سے جو فیض پایا ہے اس سے بڑھ کر رمضان کے جو بقیہ دن تھوڑے سے رہ گئے ہیں ان دنوں میں یہ فیض حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کو پڑھیں، سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ اور یہ تبھی ممکن ہے جب ہم روزانہ اپنا جائزہ لیں اور لیتے رہیں کہ ہر روز ہم نے اس سلسلے میں کیا ترقی کی ہے۔ اور پھر یہ بھی ارادہ کریں کہ رمضان کے آخری دنوں تک جو ہم نے قرآن کریم سے حاصل کیا ہے اس کو اب باقاعدہ اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہے۔ یہ تلاوت کی عادت جو ہمیں رمضان میں پڑ گئی ہے اس کو رمضان کے بعد بھی جاری رکھنا ہے۔ اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش ہم نے رمضان کے بعد بھی عام دنوں میں بھی کرنی ہے۔ اپنے گھروں کی بھی نگرانی کرنی ہے کہ ہمارے بیوی بچے بھی اس طرح عمل کر رہے ہیں یا نہیں۔ وہ بھی تلاوت کر رہے ہیں یا نہیں جس طرح آج کل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے کہ ہم قرآن کریم کی برکات سے فیض پانے والے ہوں اور ہمیشہ فیض پاتے چلے جائیں۔

فضائلِ قرآن مجید

منظوم کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاکِ رحماں ہے
بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے
کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قولِ بشر کیوں کر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے

خلافت جوبلی دعائیہ پروگرام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صد سالہ خلافت جوبلی کی کامیابی کے لئے احباب جماعت کو نوافل، روزوں اور دعاؤں کا پروگرام دیا ہوا ہے۔ احباب سے گزارش ہے کہ اس پروگرام کو پابندی سے جاری رکھیں اور ایک دوسرے کو بھی تلقین کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ خلافت کے بابرکت سایہ کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

Syed Bashir Ahmed
Proprietor

Aliaa Earth Movers
(Earth Moving Contractor)
Available :
Tata Hitachi, Ex 200, Ex 70, JCB, Dozer, etc. on Hire basis
Kusambi, Sungra, Salipur, Cuttack - 754221
Tel.: 0671 - 2378266 (R), (M) 9437078266, 9437276659, 9337271174, 9437378063

2 and 3 Bed Rooms Flat
Independant House
All Facilities Available
Attach Toilet/ Bath Rooms/ Kitchen/ Drawing Hall
Area Statement (In Sft.) Ground Floor-936, First Floor-936
at Qadian Near Jalsa Gah
Flat Available
Contact : Deco Builders
Shop No, 16, EMR Complex
Opp.Ramakrishna Studio, Nacharam
Hyderabad-76, (A.P.) INDIA
Ph. 040-27172202, 0924618281, 098491-28919

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں عصر حاضر کے مسائل کا حل

(حضرت مرزا طاہر احمد ۔خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ)

- کونسا نظام حکومت بہتر ہے۔بادشاہت یا جمہوریت؟
- جمہوریت کا اسلامی تصور کیا ہے؟
- اسلامی حکومت کیا ہے؟ کیا مذہب کا وفادار مملکت کا غدار ہوسکتا ہے؟
- ......کیا صرف مذہب ہی کو قانون سازی کا حق حاصل ہے؟
- ......اسلام اور ریاست کا باہمی تعلق کیا ہے؟
- ......عالمی امن کے قیام میں اقوام متحدہ کا کردار کیسا ہونا چاہئے؟

یہ اور عصر حاضر کے اس قسم کے دیگر بہت سے مسائل کا جو حل حضرت مرزا طاہر احمد، خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 24رفروری 1990ء کو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ''اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل'' کے موضوع پر اپنے ایک انگریزی لیکچر میں پیش کیا تھا اس کے ایک حصہ کا ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے۔(مدیر)

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہْلِہَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ۔اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ۔اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا﴾

(سورۃ النساء آیت:59)

ترجمہ:۔یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کرو تو انصاف کے ساتھ حکومت کرو۔یقیناً بہت ہی عمدہ ہے جو اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔یقیناً اللہ بہت سننے والا (اور) گہری نظر رکھنے والا ہے۔

اس امر کا جائزہ لینا بے حد ضروری ہے کہ آج قومی اور بین الاقوامی سطح پر سیاسی امن کی کیا صورت حال ہے۔سب سے پہلے اس سوال کا جواب دریافت کرنا ہوگا کہ انسان کے لئے کون سا سیاسی نظام سب سے بہتر ہے۔اس کے لئے یہ جاننا بھی ضروری ہوگا کہ کیا کسی قوم کی بے اطمینانی اور ان کے مصائب کا باعث ان کے سیاسی نظام کی ناکامی اور اس میں پائے جانے والے نقائص ہیں یا اس کے پس منظر میں کوئی اور عوامل کارفرما ہیں۔پھر یہ کہ کیا نظام کی ناکامی کا ذمہ دار خود نظام ہے یا اس نظام کو چلانے والے؟ اور کیا جمہوری عمل کے ذریعہ اقتدار پر قابض خودغرض، لالچی اور بدعنوان سیاسی راہنما بہتر ہیں یا مثال کے طور پر ایک ایسا آمر جو نیک اور شریف انسان ہو؟ نیز اسلام عالمی امن کو یقینی بنانے کے لئے دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح سیاست دانوں کو بھی ایک مکمل ضابطہ اخلاق پر کاربند رہنے کی نصیحت کرتا ہے۔

اسلام کسی سیاسی نظام کو کلیۃً رد نہیں کرتا

سب سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ جہاں تک مختلف سیاسی نظاموں کا تعلق ہے اسلام نہ تو کلیۃً کسی سیاسی نظام کو رد کرتا ہے اور نہ ہی کسی ایک نظام کو سب سے اعلیٰ و افضل قرار دیتا ہے۔بلاشبہ قرآن کریم جمہوری نظام کا بھی ذکر کرتا ہے جس میں عوام اپنے حکمران خود منتخب کرتے ہیں لیکن جمہوریت ہی اسلام کا تجویز کردہ واحد نظام حکومت نہیں، نہ ہی ایک عالمگیر مذہب کا یہ کام ہے کہ وہ دنیا بھر کے مختلف ممالک اور مختلف معاشروں کے لئے ایک ہی قسم کا نظام حکومت تجویز کرے کیونکہ ایک ہی سیاسی نظام مختلف علاقوں اور مختلف معاشروں کے لئے قابل عمل نہیں ہوسکتا۔

دنیا کی ترقی یافتہ اقوام میں بھی جمہوری عمل اس اوج کمال تک نہیں پہنچا جس سے ایک منظم معاشرہ تشکیل پاتا ہے جو جمہوریت کی آخری منزل ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ایک طاقتور سرمایہ دارانہ نظام میں منظم قوموں اور حلقہ ہائے مفاد کی موجودگی میں صحیح معنوں میں غیر جانبدارانہ انتخاب ہو ہی نہیں سکتے۔اسی طرح بدعنوانی کا بڑھتا ہوا سیلاب بھی حقیقی جمہوریت کے وجود کے لئے ایک خطرہ سے کم نہیں۔اسی طرح مافیا (Mafia) یعنی خفیہ تنظیموں اور دھونس، دھاندلی سے کام لینے والے دیگر گروہوں کو دیکھتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے جمہوری ممالک میں بھی جمہوریت محفوظ ہاتھوں میں نہیں ہے۔سوال یہ ہے کہ پھر تیسری دنیا کے لئے جمہوریت ایک بہترین نظام کیونکر ہوسکتا ہے۔کیا افریقہ، جنوبی امریکہ اور ایشیا کے ممالک میں مثالی جمہوریت کا نفاذ ایک کھوکھلا اور بے بنیاد دعویٰ تو نہیں ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اسلام دنیا کے کسی سیاسی نظام کو کلیۃً رد نہیں کرتا اور اس امر کو عوام کی صوابدید پر چھوڑتا ہے کہ وہ کون سا سیاسی نظام پسند کرتے ہیں اور اسے کس حد تک اپنے تاریخی ورثہ اور روایات سے ہم آہنگ کرسکتے ہیں۔دراصل اسلام طرز حکومت اور اس کے ظاہری خدوخال پر زور نہیں دیتا بلکہ وہ اس امر پر زور دیتا ہے کہ حکومت کو کس طرح اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی چاہئیں۔مختلف طرز ہائے حکومت مثلاً بادشاہت، فیوڈل سسٹم وغیرہ سب کی اسلام میں گنجائش موجود ہے بشرطیکہ وہ نظامِ حکومت عوام سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو اسلام کے دیئے ہوئے مثالی تصور کے مطابق ادا کرے۔

بادشاہت

قرآن کریم نے بادشاہت کا بار بار ذکر کیا ہے اور کہیں بھی بطور ایک نظام کے اس کی مذمت نہیں کی۔ایک اسرائیلی نبی کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے کہ انہوں نے طالوت بادشاہ کے زیرِ نگیں بنی اسرائیل کو یاد دلاتے ہوئے کہا: ﴿وَقَالَ لَہُمْ نَبِیُّہُمْ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوْتَ مَلِکًا۔قَالُوْۤا اَنّٰی یَکُوْنُ لَہُ الْمُلْکُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْکِ مِنْہُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَۃً مِّنَ الْمَالِ۔قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْکُمْ وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ۔وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ﴾ (سورۃ البقرۃ آیت:۲۴۸)

ترجمہ:۔اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ یقیناً اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ اس کو ہم پر حکومت کا حق کیسے، واجب کہ ہم اس کی نسبت حکومت کے زیادہ حقدار ہیں۔اور وہ تو مالی وسعت (بھی) نہیں دیا گیا۔اس (نبی) نے کہا یقیناً اللہ نے اسے تم پر ترجیح دی ہے اور اسے زیادہ کردیا ہے علمی اور جسمانی فراخی کے لحاظ سے۔اور اللہ جسے چاہے اپنا ملک عطا کرتا ہے۔اور اللہ وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

قرآن کریم نے حکومت کے وسیع تر معنوں میں عوام کی بادشاہت کا ذکر فرمایا ہے:

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا وَّاٰتٰکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ﴾

(سورۃ المائدۃ آیت ۲۱)

ترجمہ:۔اور (یاد کرو) وہ وقت جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تمہارے درمیان انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور اُس نے تمہیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں سے کسی اور کو نہ دیا۔

اسی طرح فتوحات کے ذریعہ نئی سلطنتوں کے قیام یا ان کی توسیع کو بالعموم اچھا نہیں سمجھا گیا۔اس بات کا ذکر ملکہ سبا سے متعلق قرآنی آیات میں ملتا ہے۔ملکہ سبا نے اپنے مشیروں کو نصیحت کرتے ہوئے جو بات کی اسے قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے۔

﴿قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْہَا وَجَعَلُوْۤا اَعِزَّۃَ اَہْلِہَاۤ اَذِلَّۃً ج وَکَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ﴾

(سورۃ النمل آیت ۳۵)

ترجمہ:۔اس نے کہا یقیناً جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس میں فساد برپا کردیتے ہیں اور اس کے باشندوں میں سے معزز لوگوں کو ذلیل کردیتے ہیں اور وہ اسی طرح کیا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ اچھے بھی ہوسکتے ہیں اور بُرے بھی بالکل اس طرح جیسے جمہوری طریق پر منتخب کردہ وزیر یا صدر اچھے یا بُرے ہوسکتے ہیں لیکن قرآن کریم نے بادشاہوں کی ایک ایسی قسم کا ذکر بھی کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ تھے مثلاً حضرت سلیمانؑ کا شمار ایسے ہی بادشاہوں میں ہوتا ہے۔یہود اور نصاریٰ تو حضرت سلیمان کو ایک بادشاہ ہی سمجھتے ہیں لیکن قرآن کریم کے نزدیک وہ صرف بادشاہ ہی نہیں اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی بھی تھے۔اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ ایک ہی شخص کو بیک وقت نبوت اور بادشاہت کے منصب پر سرفراز فرمادیتا ہے۔ایسے لوگ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہوتے ہیں۔نبوت کے ذریعہ حاصل ہونے والی حکومت کی ایک اور قسم کا ذکر بھی قرآن کریم میں ہمیں ملتا ہے۔مندرجہ ذیل آیت اس کی وضاحت کرتی ہے۔

﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾

(سورۃ النساء آیت:60)

ترجمہ:۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی۔اور اگر تم کسی معاملہ میں (اولوالامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر (فی الحقیقت) تم اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لانے والے ہو۔یہ بہت بہتر (طریق) ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں حاکمیت اعلیٰ کی بعض اور اقسام کا ذکر ہے۔نیز اس آیت میں زور اس امر پر دیا گیا ہے کہ ضروری نہیں کہ جمہوری طرز پر کیا گیا انتخاب درست بھی ہو۔عین ممکن ہے کہ عوام کی غالب اکثریت کسی لیڈر کی عظیم قائدانہ صلاحیتوں کو پہچاننے سے قاصر رہے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر ایک ایسے عظیم لیڈر کو ان پر بطور حاکم مقرر کردیا جائے تو عوام اس کے خلاف سراپا احتجاج بن جائیں۔کسی بھی سیاسی پیمانہ سے اسے ماپا جائے تو ایسے حکام کا تقرر مرانہ متصور ہوگا۔اب یہ فیصلہ عوام کی مرضی کے خلاف ہو تو ہو، ان کے حقیقی مفاد کے خلاف ہرگز نہیں ہوگا۔

جمہوری طرز کے انتخاب میں بنیادی طور پر یہ نقص ہے کہ لوگ محض اپنے سطحی اور وقتی تاثر کی بناء پر جذبات میں آکر عجلت میں فیصلہ کرتے ہیں۔وہ اس بات کے اہل نہیں ہوتے کہ اپنے لئے ان بہترین لوگوں کو منتخب کرسکیں جو قیادت کی اعلیٰ صفات سے متصف ہوں اور ان کے حقیقی مفاد کی حفاظت کرسکیں۔

اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلوں کی تاریخ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ الٰہی جماعتوں پر ایسے نازک وقت بھی آتے رہے ہیں جب ان کی سیاسی بقا بظاہر معرض خطر میں تھی تب اللہ تعالیٰ نے بادشاہ، حاکم یا لیڈر کے انتخاب کا کام خود اپنے ہاتھ میں لے لیا۔لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ سب بادشاہ یا قائدین اللہ تعالیٰ کے منتخب کردہ ہوتے ہیں یا کسی قسم کے تقدس کے حامل ہوتے ہیں۔یہ غلط تصور قرون وسطیٰ میں عیسائیت کے قائم کردہ نظام میں عام ہوچکا تھا مگر قرآن کریم ہرگز اس کی تائید نہیں کرتا مثلاً رچرڈ بادشاہ یہ نوحہ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ:

Not all the waters of rough rude seas can
wash the balm of an annointed king.

(Shakespeare)

یعنی سارے سمندروں کا کھارا پانی بھی اس مرہم کو نہیں دھو سکتا جو مقدس بادشاہ کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے۔(شیکسپیئر)

جمہوریت کیا ہے؟

جمہوریت کا تصور اگرچہ یونانی ہے لیکن ابراہیم لنکن نے جمہوریت کی جو مندرجہ ذیل مختصر تعریف کی ہے وہی اس کی بنیاد ہے:

Government of the people,
by the people, for the people.

یعنی جمہوریت نام ہے اس حکومت کا جو عوام کی حکومت ہو، عوام کے ذریعہ ہو اور عوام کے لئے ہو۔یہ تو یہ ایک گھسا پٹا مقولہ لیکن ہے دلچسپ جو شاید ہی کبھی دنیا میں کسی حکومت پر صادق آیا ہو۔اس تعریف کا آخری حصہ یعنی ''عوام کے لئے حکومت'' ایک بالکل مبہم سی بات ہے اور اس میں کئی قسم کے خطرات پوشیدہ ہیں۔کیا کسی حکومت کے متعلق ہم وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ عوام کے لئے ہے؟ اقتدار اکثریت کے پاس ہو تو عوام سے مراد صرف اکثریت ہے نہ کہ اقلیت۔جمہوری طرز حکومت میں اہم نوعیت کے فیصلے محض اکثریت کے بل بوتے پر کرلئے جاتے ہیں۔لیکن اگر تمام حقائق اور

اعداد و شمار کا بغور جائزہ لیا جائے اور ان کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ درحقیقت یہ تو جمہوری طرز پر منتخب کردہ ایک اقلیت کا فیصلہ تھا جو اکثریت پر مسلط کر دیا گیا۔ ایک ممکنہ صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حکمران پارٹی کچھ انتخابی حلقوں میں دوسری پارٹیوں کی نسبت معمولی اکثریت حاصل کر کے اقتدار میں آ جائے جبکہ دراصل اسے حقیقی اکثریت حاصل نہ ہو۔ اسی طرح اگر انتخابات میں ڈالے گئے ووٹوں کا تناسب کم رہے تو بھی یہ بات مشکوک ہو جاتی ہے کہ حکمران پارٹی کو واقعی اکثریت کی حمایت حاصل ہے۔ پھر ایک سیاسی جماعت اگر مجموعی طور پر باقی جماعتوں سے زیادہ ووٹ حاصل کر بھی لیتی ہے تب بھی اس کے اقتدار کے دوران کئی ایسے واقعات رونما ہو سکتے ہیں جن سے صورت حال یکسر بدل جائے۔ مثلاً رائے عامہ کلیۃً تبدیل ہو سکتی ہے جس کے نتیجہ میں حکمران جماعت اکثریت کی حقیقی نمائندہ ہی نہیں رہتی۔ عوام میں بتدریج ہونے والی ذہنی تبدیلی بالآخر حکومت کی تبدیلی کے وقت صاف نظر آنے لگتی ہے۔ اگر عوام میں حکومت کی مقبولیت برقرار بھی رہے تب بھی یہ کوئی بعید از قیاس بات نہیں ہے کہ اہم فیصلے کرتے ہوئے حکمران پارٹی کے ساتھ اپنی وفاداری نبھانے کی خاطر اس فیصلہ کے حق میں اپنا ووٹ دیا ہو۔ اب اگر مخالف جماعتوں کے بالمقابل حکمران جماعت کے اپنے اراکین میں اختلاف پایا جاتا ہے تو بسا اوقات ایسا ہوگا کہ اکثریتی جماعت کا فیصلہ درحقیقت ایک اقلیت کا فیصلہ ہوگا جسے عوام پر ٹھونسا جائے گا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عوام کے مفاد کا تصور اور اچھے اور برے کا تصور وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا بھی رہتا ہے اس لئے اگر فیصلے ابدی اور دائمی اصولوں کی بنیاد پر نہ کئے جائیں بلکہ فرد واحد کی صوابدید یا ایک پارٹی کی پسند، ناپسند کی روشنی میں عوامی بہبود کے فیصلے ہوں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پالیسی ہمیشہ تبدیل ہوتی رہے گی۔ جو کچھ آج اچھا دکھائی دے رہا ہے ہو سکتا ہے کہ کل کو برا نظر آنے لگے اور جو کل برا ہے وہ پرسوں اچھا بن جائے اور یہ صورت حال ایک عام آدمی کو مخمصہ میں مبتلا کر سکتی ہے۔ کمیونزم کا نصف صدی سے زائد عرصہ تک جاری رہنے والا وسیع تجربہ آخر اسی نعرہ پر ہی تو مبنی تھا کہ یہ سب کچھ عوام کے لئے ہے۔ آخر تمام سوشلسٹ ریاستوں میں آمرانہ نظام ہی تو رائج ہوا تھا۔ اسی طرح جمہوری طرز حکومت سے جہاں تک عوام کے ذریعہ حکومت کا سوال ہے تو اس لحاظ سے بھی سوشلسٹ ممالک اور جمہوری ممالک میں فرق یا تو بہت کم ہے یا سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ سوشلسٹ ممالک میں منتخب ہونے والی تمام کی تمام حکومتیں عوام کے ذریعہ قائم نہیں ہوئیں اس لئے قابل مذمت ہیں ہاں البتہ آمرانہ نظام حکومت والے ممالک میں عین ممکن ہے کہ حکومت اپنی پسند کے امیدواروں کو منتخب کرانے کے لئے عوام کو اس رنگ میں مجبور کر دے کہ ان کے پاس کوئی اور راستہ اختیار کرنے کی گنجائش ہی نہ رہے۔ مغربی دنیا کے چند ایک ممالک کو چھوڑ کر باقی دنیا کے جمہوری ممالک میں بھی ایسے ہتھکنڈوں کا استعمال ہرگز بعید از قیاس نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں اکثر جگہ جمہوریت کو پوری آزادی حاصل نہیں ہے۔ بہت کم ایسے انتخابات منعقد ہوتے ہیں جن کے بارہ میں کہا جا سکے کہ صحیح معنوں میں عوام کے ذریعہ ہوئے ہیں۔ دھاندلیوں، ہارس ٹریڈنگ اور پولیس وغیرہ کے ذریعہ خوف و ہراس پھیلانے اور ایسے ہی دیگر ناجائز ہتھکنڈوں کے استعمال سے جمہوریت کی روح اتنی کمزور پڑ چکی ہے کہ اب جمہوریت کا صرف نام باقی رہ گیا ہے۔

جمہوریت کا اسلامی تصور

قرآن کریم کے مطابق لوگ اپنے لئے کوئی سا بھی نظام حکومت جو ان کے مناسب حال ہو اختیار کرنے میں آزاد ہیں۔ جمہوریت، بادشاہت، قبائلی نظام، جاگیردارانہ نظام سبھی درست اور بجا ہیں بشرطیکہ ایسا نظام ایک اچھی روایت اور ورثہ کے طور پر عوام کو بھی قابل قبول ہو تاہم معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے جمہوریت کو باقی سب نظاموں پر ترجیح دی ہے اور مسلمانوں کو جمہوری نظام اپنانے کی تلقین کی ہے اگرچہ قرآن کریم میں جمہوریت کا تصور وہ نہیں ہے جو مغربی طرز جمہوریت میں ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ قرآن کریم نے کہیں بھی جمہوریت کی کھوکھلی اور سطحی تعریف پیش نہیں کی۔ قرآن کریم صرف غایت درجہ کے اہم اور بنیادی اصول بیان فرماتا ہے اور باقی تفاصیل خود عوام کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہے۔ اب اگر کوئی قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرے گا تو وہ فائدہ اٹھائے گا اور اگر وہ صحیح راستہ کو چھوڑے گا تو ہلاک ہوگا۔

اسلامی جمہوریت کے دو ستون

جمہوریت کے اسلامی تصور کے دو بنیادی ستون ہیں۔

۱۔ انتخابات کا جمہوری عمل کلیۃً دیانت داری پر مبنی ہونا چاہئے۔ اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ووٹ کا حق استعمال کرتے وقت ہمیشہ یہ احساس رہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ پس جہاں ہم اپنے فیصلہ کے ذمہ دار ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جوابدہ ہیں اس لئے ووٹ اس کو دیا جائے گا جو اس قومی ذمہ داری کو ادا کرنے کا نہ صرف سب سے زیادہ اہل ہو بلکہ خود بھی دیانت دار ہو۔ اس تعلیم میں یہ بات بھی مضمر ہے کہ ووٹ ڈالنے کا حق رکھنے والے سب لوگ اپنے اس حق کو ضرور استعمال کریں سوائے اس کے کہ وہ حالات کے آگے بے بس ہوں یا اس حق کے استعمال میں کوئی اور رکاوٹ حائل ہو۔

۲۔ حکومتوں کو کامل انصاف کے اصول پر کام کرنا چاہئے۔ اسلامی جمہوریت کا دوسرا ستون یہ ہے کہ فیصلے کرتے ہوئے کامل انصاف کو اپنایا جائے۔ انصاف سے کسی قیمت پر بھی انحراف نہ کیا جائے خواہ معاملہ سیاسی ہو یا سماجی یا اقتصادی۔ حکومت کی تشکیل کے بعد پارٹی کے اندر ہونے والی ووٹنگ کے دوران ہمیشہ انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ پارٹی کا کوئی مفاد یا کوئی سیاسی مصلحت ان فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونی چاہئے۔ اپنے دوررس نتائج کے لحاظ سے اس روح کے ساتھ کئے گئے فیصلوں پر ہی جمہوریت کی وہ تعریف صادق آئے گی جو ابراہم لنکن نے پیش کی تھی۔ یعنی ایسی حکومت عوام کی حکومت ہوگی، عوام کے ذریعہ ہوگی اور عوام کے لئے ہوگی۔

مشاورت

قرآن کریم نے جمہوریت کی روح اور اس کے مرکزی نکتہ کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور مسلمانوں کو بتایا ہے کہ بلاشبہ جمہوریت باقی تمام نظاموں سے بہتر نظام حکومت ہے تاہم بادشاہت کو کہیں بھی لادینی اور مذموم طرز حکومت قرار دے کر کلیۃً رد نہیں کیا گیا ہے۔ قرآن کریم ایک مثالی اسلامی معاشرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ص وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾ (سورة الشوری آیات ۳۷تا۴۰)

ترجمہ:۔ پس جو بھی تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا عارضی سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ اچھا اور ان لوگوں کے لئے سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب غضبناک ہوں تو بخشش سے کام لیتے ہیں اور جو اپنے رب کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا امر باہمی مشورہ سے طے ہوتا ہے اور اس میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ جن پر جب زیادتی ہوتی ہے تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔

اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کا تعلق مسلم معاشرہ کی سیاسی زندگی سے ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امور سلطنت سے متعلق ان کے فیصلے باہمی مشاورت سے طے پاتے ہیں۔ جمہوریت کی مندرجہ بالا تعریف کا پہلا حصہ یعنی حکومت عوام کی ہے اسی آیت مبارکہ کی تصدیق کر رہا ہے۔ چنانچہ ایک مسلم معاشرہ میں عوامی رائے باہمی مشورہ کے طفیل حکومتی فیصلہ بن جاتی ہے۔

جمہوریت کی تعریف کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ حکومت لوگوں کے ذریعہ ہو۔ یہ امر بڑی وضاحت سے مندرجہ ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ (سورة النساء آیت 59)

ترجمہ:۔ یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں کے سپرد کیا کرو۔

اس کا معنی یہ ہے کہ جب بھی حکومت کا انتخاب کرو تو ہمیشہ امانت ان لوگوں کے سپرد کرو جو اس کے سب سے زیادہ اہل ہوں۔ یہاں انتخاب کے اس عوامی حق کا مفہوماً ذکر کیا گیا ہے۔

اصل میں قرآن کریم زور اس بات پر دیتا ہے کہ اس حق کا استعمال کس طرح کیا جانا چاہئے۔ مسلمانوں کو یاد دلایا گیا ہے کہ یہ صرف ان کی ذاتی پسند یا ناپسند کا سوال نہیں ہے بلکہ اس سے بڑھ کر انتخاب کا حق ایک قومی امانت ہے اور جہاں امانت کا سوال ہو وہاں انسان اتنا آزاد نہیں ہوتا کہ جو چاہے کرتا پھرے بلکہ لازم ہے کہ وہ [illegible] یعنی سچائی، ایمانداری اور ذاتی اغراض سے پاک تر ہو کر [illegible] کرے اور امانت ایسے لوگوں کے سپرد کی جائے جو حقیقتاً اس کے اہل ہوں۔

بہت سے مسلمان علماء کے نزدیک اس آیت میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ اسلام کا جمہوریت کے متعلق وہی نظریہ ہے جو مغرب کا سیاسی فلسفہ پیش کرتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بات محض جزوی طور پر ہی درست ہے۔ قرآن کریم نے شوریٰ کے جس نظام کا ذکر کیا ہے اس میں عصر حاضر کی مغربی جمہوریتوں اور ان کی جاتی ریشہ دوانیوں کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی۔

اسی طرح قرآن کریم اس طرز کے سیاسی بحث و مباحثہ کی اجازت بھی نہیں دیتا جو آج کل کی جمہوری طور پر منتخب اسمبلیوں اور ایوان ہائے نمائندگان کا خاصہ ہے۔ اس موضوع پر چونکہ مفصل بحث پہلے گزر چکی ہے اس لئے یہاں اسے دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جمہوریت کی تعریف کے دوسرے حصہ Government by the people کے ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ باہمی مشورہ کے اس نظریہ کے مطابق ووٹ دینے والے کو ووٹ کا حق مکمل اور غیر مشروط طور پر حاصل ہوتا ہے اور اس حق کو اس سے چھینا نہیں جا سکتا۔

آجکل جو جمہوریت رائج ہے اس کے مطابق ایک ووٹر اگر چاہے تو اپنا ووٹ کسی بے جان کھمبے کو دیدے اور چاہے تو اسے بیلٹ بکس میں ڈالنے کی بجائے ردی کی ٹوکری میں پھینک دے۔ ہر دو صورتوں میں اسے کوئی ملامت نہیں کی جا سکتی نہ ہی اسے جمہوریت کے کسی اصول کی خلاف ورزی پر کسی قسم کی تنقید کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ قرآن کریم جس جمہوریت کو پیش کرتا ہے اس کے مطابق ایک رائے دہندہ اپنے اس حق کے استعمال میں مطلقاً آزاد نہیں ہے بلکہ ووٹ اس کے پاس ایک امانت ہے اور ایک امین کی حیثیت سے اسے چاہئے کہ وہ یہ امانت پورے انصاف کے ساتھ واپس لوٹائے یعنی اپنا ووٹ اس شخص کو دے جو اس کا سب سے زیادہ اہل ہے۔

ووٹ دینے والے کو اس بات سے خوب اچھی طرح آگاہ ہونا چاہئے کہ وہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کا جوابدہ ہوگا۔ اس اسلامی تصور کے مطابق اگر کسی سیاسی پارٹی کا رکن اپنی ہی پارٹی کے نامزد امیدوار کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس قومی ذمہ داری کا اہل ثابت نہیں ہوگا تو اسے چاہئے کہ ایسے شخص کے حق میں ووٹ دینے کی بجائے ایسی پارٹی سے الگ ہو جائے۔ پارٹی کے ساتھ وفاداری حق رائے دہی کے آزادانہ استعمال میں روک نہیں بننی چاہئے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ ہر ووٹر الیکشن کے دوران اپنا ووٹ ضرور استعمال کرے سوائے اس کے کہ وہ بامر مجبوری ایسا کرنے سے قاصر ہو۔ اگر ووٹر اپنا ووٹ استعمال نہیں کرتا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ امانت کا حق ادا کرنے میں ناکام رہا ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ امریکہ میں قریباً آدھے ووٹر اپنا ووٹ استعمال کرنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے۔ اسلام کے نظریہ جمہوریت میں اپنے ووٹ کے عدمِ استعمال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسلامی حکومت کیا ہے؟

آج کے مسلمان سیاسی مفکرین کو یہ دعویٰ کرنے کا بڑا شوق ہے کہ اسلام جمہوریت کا دوسرا نام ہے۔ ان کے سیاسی فلسفہ کے مطابق آخری اختیار چونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس لئے حاکمیت اعلیٰ بھی اسی کو حاصل ہے۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ○ (سورة المومنون آیت ۱۱۷)

ترجمہ:۔ پس بہت بلند مرتبہ ہے اللہ سچا بادشاہ۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ معزز عرش کا رب ہے۔

باقی صفحہ نمبر [illegible] پر ملاحظہ فرمائیں

خلاصہ خطبہ جمعہ

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۹ جون بمقام جرمنی

ہمیں اطاعت کے وہ معیار قائم کرنے کی ضرورت ہے جو اعلیٰ درجہ کے ہوں جن سے باہر نکلنے کا کسی احمدی کے دل میں خیال تک نہ پیدا ہو

اگر اللہ کی رضا حاصل کرنی ہے تو پھر زبانی نعروں سے یہ بات حاصل نہ ہوگی بلکہ خدا کے خلیفہ کے آگے یوں سر ڈالنا ہوگا کہ ذراسی بھی انانیت کی بُو نہ آئے

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ سے قبل مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی کے 27ویں سالانہ اجتماع کے موقعہ پر لوائے خدام الاحمدیہ لہرایا اور اجتماعی دعا کروائی دعا کے بعد حضور انور خطبہ جمعہ کے لئے تشریف لے گئے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آیت قرآنی:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا (سورۃ النساء آیت:60)

کی تلاوت فرمائی۔

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی اور اگر تم کسی معاملہ میں (اولوالامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر (فی الحقیقت) تم اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لاتے۔ ہو یہ بہت بہتر (طریق) ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

حضور پُر نور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا جماعت احمدیہ میں خلافت کی اطاعت اور نظام جماعت کی اطاعت پر بہت زور دیا جاتا ہے یہ اس لئے ہے کہ تا جماعتی نظام کو چلانے کے لئے یکرنگی پیدا ہو اور اس زمانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعلان ہے کہ مسیح مہدی آئے گا اور خلافت علی منہاج نبوۃ کا قیام ہوگا جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ خلافت خدا تعالیٰ کی ایک دوسری قدرت ہوگی اور اس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے یعنی ایسا ایمان جس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان جو اطاعت کے درجے سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ ہونگے فرمایا اس دائمی قدرت کے ساتھ وابستہ رہنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت اور خلافت سے جڑے رہنے کے لئے ہمیں اطاعت کے وہ معیار قائم کرنے کی ضرورت ہے جو اعلیٰ درجہ کے ہوں جن سے باہر نکلنے کا کسی احمدی کے دل میں خیال تک نہ پیدا ہو۔

فرمایا کہ بہت سے مقام آسکتے ہیں کہ نظام جماعت سے اختلاف پیدا ہو لیکن نظام جماعت اور نظام خلافت کی مضبوطی کے لئے امیر کے فیصلہ کو ماننا اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ خلیفہ وقت نے اس فیصلہ پر صاد کیا ہوتا ہے یا امیر کو اختیار دیا ہوتا ہے کہ میری طرف سے یہ فیصلہ کرو۔ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ اس فیصلہ سے جماعت کو نقصان ہوگا تو پھر خلیفہ وقت کو اطلاع دینا ہی کافی ہے۔ اللہ نے خلیفہ کو نگران بنایا ہے خلیفہ خود نہیں آتا اللہ کی ذات اس کو اس منصب پر فائز کرتی ہے تو اگر کوئی غلط فیصلہ ہوگا بھی تو اللہ اس کو درست کردے گا کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ خوف کو امن میں بدل دے گا مومنوں کا کام صرف عبادت کرنا ہے اور اس کے حکموں کی بجا آوری کرنا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بنائے ہوئے خلیفہ کو کبھی رسوا نہیں کرتا بلکہ اس کے فیصلوں میں برکت عطا فرما دیتا ہے فرمایا اللہ نے جو شریعت کے احکام اتارے ہیں پہلے ان کا فہم و ادراک حاصل کرو اور اگر حاصل ہو گیا ہے تو ان احکامات کو اپنی زندگیوں کا حصہ بناؤ جب ایسا ہو جائے گا تو پھر شاید کوئی کہہ سکتا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں لیکن یہ آیت کچھ اور بھی کہتی ہے کہ نظام جماعت کی حفاظت کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ساتھ اولوالامر کی اطاعت بھی ضروری ہے یعنی جو نظام خلافت اللہ تعالیٰ نے قائم فرمایا ہے اس کی بھی اطاعت کرو اللہ کا احسان ہے کہ ہم آج اس خلافت کے نظام میں پروئے گئے ہیں جس کی وجہ سے ہم اوپر سے نیچے تک جماعتی نظام کے ڈھانچے کا جز بنے ہوئے ہیں

فرمایا بعض دفعہ دنیاداری یا اپنی انا کی وجہ سے بعض لوگوں کی آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے اور وہ اطاعت کے دائرے سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اگر اس سے جماعتی نظام متاثر نہ بھی ہو تو وہ نئے آنے والوں کیلئے کمزوری کا باعث بن جاتے ہیں فرمایا ایسے لوگ بعض دفعہ کم علمی کی وجہ سے بھی باتیں کرتے ہیں اور بعض فتنے پھیلانے کی بھی کوشش کرتے ہیں جو فتنے کے لئے باتیں کرتے ہیں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ جماعت اب کافی پختہ ہو چکی ہے فرمایا بعض لوگ اپنی رائے اور عقل کو اعلیٰ سمجھتے ہیں وہ بھی اس وہم سے باہر نکلیں ہر خدمت گزار جس کو کسی بھی سطح پر خدمت کا موقع ملے اسے اللہ کا فضل سمجھتے ہوئے اور کامل اطاعت کرتے ہوئے خدمت کرے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے نیشنل امراء کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ جب بھی کوئی تحقیقی کمیشن بنائیں تو تلاش کر کے تقویٰ شعار لوگوں کے نام پیش کریں جو اطاعت کے اعلیٰ معیار کے حامل ہوں یاد رکھیں خلیفہ وقت کی اطاعت اس طرح کریں جیسے نبض دل کی دھڑکن کی پیروی کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مقام پر فرمایا ہے کہ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے۔ اطاعت کیلئے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ہوتا ہے اور اپنے نفس کی خواہشات کو کچلنا ہوتا ہے۔

فرمایا اگر اللہ کی رضا حاصل کرنی ہے تو پھر زبانی نعروں سے یہ بات حاصل نہ ہوگی بلکہ خدا کے خلیفہ کے آگے یوں سر ڈالنا ہوگا کہ ذرا سی بھی انانیت کی بُو نہ آئے۔ پس اللہ سے مدد مانگتے ہوئے اپنے نفس کی جھوٹی خواہشات اور اناؤں کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ حضور انور ایدہ اللہ نے مربیان اور مبلغین کو مخاطب کرکے فرمایا کہ وہ امراء کی اطاعت کے اعلیٰ نمونے دکھائیں اور اگر کوئی ایسی بات دیکھیں تو علیحدگی میں ان کو توجہ دلائیں اور اگر وہ پھر بھی اپنی بات پر زور دیں تو پھر خلیفہ وقت کو اطلاع کر دینی چاہئے لیکن یہ تاثر بھی جماعت میں نہیں پھیلنا چاہئے کہ مربی اور امیر میں انڈرسٹینڈنگ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ❀

اعلان برائے داخلہ جامعۃ المبشرین قادیان

جملہ امراء وصدر صاحبان و مبلغین کرام کی آگاہی کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ یکم اگست 2006 سے جامعۃ المبشرین قادیان کا نیا تعلیمی سال شروع ہو رہا ہے۔ خواہش مند امیدوار درج ذیل کوائف کے ہمراہ اپنی درخواستیں مطلوبہ داخلہ فارم پر ہیڈ ماسٹر جامعۃ المبشرین کو ارسال کریں۔ داخلہ فارم جامعۃ المبشرین سے حاصل کرسکتے ہیں۔ **شرائط داخلہ::** (۱) درخواست دہندہ واقف زندگی ہو یا اپنی زندگی وقف کرنے کا خواہش مند ہو۔ (۲) جسمانی و ذہنی طور پر صحت مند ہو (معذور نہ ہو) (۳) تعلیم کم از کم میٹرک ضروری ہے۔ (۴) قرآن کریم ناظرہ جانتا ہو۔ (۵) عمر بیس سال سے زائد نہ ہو۔ (۶) گریجوٹ ہونے کی صورت میں عمر ۲۲ سال سے زائد نہ ہو۔ امیدوار کا غیر شادی شدہ ہونا ضروری ہے۔ (۷) امیر جماعت/صدر جماعت مطمئن ہو کہ درخواست دہندہ وقف اور داخلہ کیلئے موزوں ہے۔ درخواست دہندہ اپنی سندات کی مصدقہ نقول مع ہیلتھ سرٹیفکیٹ امیر جماعت/صدر جماعت کی رپورٹ کے ساتھ مع ۴ عدد فوٹو (Stamp Size)۔ 30 جون 2006ء تک دفتر جامعۃ المبشرین میں بھجوادیں۔ داخلہ فارم پہنچنے پر ان کے کوائف کا جائزہ لینے کے بعد جامعۃ المبشرین کی طرف سے جن طلباء کو انٹرویو کیلئے بلایا جائے وہی قادیان آئیں۔

☆...... تحریری ٹیسٹ وانٹرویو میں معیار پر پورا اترنے والے طلباء کو ہی جامعۃ المبشرین میں داخل کیا جائے گا۔

☆...... قادیان آنے کے اخراجات امیدوار کو خود برداشت کرنے ہوں گے۔ ٹیسٹ و انٹرویو میں فیل ہونے کی صورت میں واپسی کے اخراجات بھی خود کرنے ہوں گے۔

☆...... امیدوار قادیان آتے وقت موسم کے لحاظ سے گرم، سرد کپڑے رضائی، بستر وغیرہ ہمراہ لے کر آئیں۔

☆...... یہ کورس تین سال کا ہوگا اور معلمین کا تقرر عارضی بالمقطع گریڈ میں ہوگا۔

نصاب :: تحریری ٹیسٹ میٹرک کے معیار کا ہوگا۔ اردو۔ ایک مضمون اور درخواست

انٹرویو: اسلامیات بشمول تاریخ احمدیت، جنرل نالج انگلش ریڈنگ، اردو ریڈنگ قرآن مجید ناظرہ۔

خط و کتابت کیلئے پتہ

Head Master Jamiatul Mubashreen,

Guest House Civil Line, Qadian-143516 Distt. Gurdaspur (Punjab

(ہیڈ ماسٹر جامعۃ المبشرین قادیان)

قرآن کریم اور آزادیٔ ضمیر

کیا اسلام میں مذہب کے معاملہ میں جبر کرنا جائز ہے؟

ابتدائی اسلامی لڑائیوں پر نظر ڈالنے سے پیشتر ہمارا فرض ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ اسلام مذہبی معاملات میں جبر کرنے کے متعلق کیا تعلیم دیتا ہے یعنی کیا اسلامی تعلیم کی رو سے یہ جائز ہے کہ لوگوں کو جبراً اسلام میں داخل کیا جاوے اور تلوار کے ذریعہ اسلام پھیلایا جاوے۔ اگر اسلام جبر کی اجازت دیتا ہے تو پھر بیشک معاملہ مشتبہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں اس بات کا امکان ہوگا کہ شاید ابتدائی اسلامی جنگیں بھی لوگوں کو بزور مسلمان بنانے کی غرض سے کی گئی ہوں، لیکن اگر یہ ثابت ہو کہ اسلامی تعلیم کی رُو سے مذہب میں جبر ممنوع ہے تو پھر یہ ایک قوی ثبوت اس بات کا ہوگا کہ یہ ابتدائی اسلامی لڑائیاں لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کی غرض سے نہ تھیں بلکہ ان کی وجوہات کوئی اور تھیں۔ کیونکہ یہ ہرگز ممکن نہیں اور کوئی عقلمند اسے قبول نہیں کر سکتا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ نے ایسے بر ملا طور پر اس تعلیم کے خلاف قدم مارا ہو جو وہ خدا کی طرف منسوب کر کے لوگوں کو سناتے تھے اور جس پر ان کی قومی ہستی کا دارومدار تھا۔

اب ہم قرآن شریف پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں صریح طور پر جبری اشاعت کے خلاف احکام پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔ (کھف:30)

"اے رسول! تو کہہ دے لوگوں سے کہ یہ اسلام حق ہے تمہارے رب کی طرف سے پھر اس کے بعد جو چاہے اس پر ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کر دے۔"

پھر فرماتا ہے:-

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ۔ (یونس:۱۰۹)

"یعنی اے رسول! تُو لوگوں سے کہہ دے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آتا ہے۔ پس اب جو شخص ہدایت کو قبول کرے گا تو اس کا فائدہ خود اسی کے نفس کو ہوگا اور جو غلط راستہ پر چلے گا اُس کا وبال بھی خود اُسی کی جان پر ہے اور مَیں کوئی تمہاری ہدایت کا ذمہ دار نہیں ہوں۔"

پھر فرماتا ہے:-

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ (بقرہ:۲۵۷)

یعنی "دین کے معاملہ میں جبر نہیں ہونا چاہئے۔ ہدایت اور گمراہی کا معاملہ پوری طرح کھل چکا ہے۔ پس اب جو شخص گمراہی کو چھوڑ کر اللہ پر ایمان لے آئے گا۔ وہ گویا ایک نہایت مضبوط کڑے کو پکڑ لے گا۔ جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتا اور اللہ سُننے والا جاننے والا ہے۔"

اس قرآنی آیت کی عملی تشریح میں ایک حدیث آتی ہے کہ فَلَمَّا اُجْلِيَتْ بَنُو نَضِيْرٍ كَانَ فِيْهِمْ مِنْ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ فَقَالُوْا لَا نَدَعُ اَبْنَاءَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ (ابوداؤد کتاب الجہاد)

یعنی جب بنو نضیر مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تو ان میں وہ لوگ بھی تھے جو انصار کی اولاد تھے۔ انصار نے انہیں روک لینا چاہا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآنی آیت کے ماتحت کہ دین کے معاملہ میں جبر نہ ہونا چاہئے انصار کو منع فرمایا کہ ایسا نہ کریں۔" پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کے متعلق وثیق رومی کی ایک روایت آتی ہے کہ كُنْتُ مَمْلُوْكًا لِعُمَرَ فَكَانَ يَقُوْلُ اَسْلِمْ...... قَالَ فَاَبَيْتُ فَقَالَ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ اَعْتَقَنِيْ فَقَالَ اذْهَبْ حَيْثُ شِئْتَ۔ (عوارف بروایت ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء) یعنی وثیق رومی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں مَیں ان کا غلام ہوتا تھا۔ آپؓ مجھ سے فرماتے رہتے تھے کہ مسلمان ہو جاؤ مگر مَیں انکار کرتا تھا اور حضرت عمرؓ یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے تھے کہ اچھا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ یعنی "دین کے معاملہ میں جبر جائز نہیں ہے۔" پھر جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے خود بخود آزاد کر دیا اور فرمایا اب جہاں چاہتے ہو چلے جاؤ۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ۔ (آل عمران:۲۱)

یعنی "اے رسول! کہہ دے اہلِ کتاب اور مشرکین سے کہ کیا تم اسلام کو قبول کرتے ہو؟ یعنی ان کو اسلام کا پیغام پہنچا دے۔ پھر اگر وہ اسلام کو قبول کر لیں تو جانو کہ وہ ہدایت پا گئے، لیکن اگر وہ تیری دعوت کو رد کر دیں تو تیرا کام تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خود دیکھ رہا ہے۔"

قرآن شریف کی یہ آیات جن کو مَیں نے اُن کے نازل ہونے کی تاریخ کے مطابق ترتیب کے ساتھ درج کیا ہے اس بات کا ایک قطعی ثبوت ہیں کہ اسلامی تعلیم کی رُو سے دین کے معاملہ میں جبر کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اسلام نے دین کے معاملہ کو ہر شخص کے ضمیر پر چھوڑ دیا ہے کہ جس مذہب کو کوئی شخص اپنے لئے پسند کرے اختیار کرے ان آیات میں سے سورہ کہف کی آیت مکی زمانہ کی ہے۔ سورہ یونس کی آیت بعض محققین کے نزدیک مکی زمانہ کے آخری ایام کی ہے اور بعض کے نزدیک مدنی ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیت مدینہ کے ابتدائی سالوں کی ہے جبکہ اسلامی جنگوں کا آغاز ہوا تھا اور سورۃ آل عمران کی آیت مدینہ کے آخری زمانہ کی ہے جبکہ مکہ اور طائف وغیرہ فتح ہو چکے تھے اور عرب کی جنگوں کا قریباً خاتمہ تھا۔ گویا مختلف آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف زمانہ میں نازل ہوئی تھیں اور آخری آیت آپؐ کی وفات کے قریب نازل ہوئی تھی اور یہ ساری آیات قطعی اور یقینی طور پر جبری اشاعت کو ممنوع قرار دیتی ہیں اور رسول کا صرف یہ کام بتاتی ہیں کہ وہ اپنی تعلیم کو کھول کھول کر لوگوں کو سنا دے۔ آگے ماننا نہ ماننا لوگوں کا اپنا کام ہے۔ اب کیا یہ ممکن ہے کہ اس صریح اور واضح تعلیم کے ہوتے ہوئے جو بیانگ بلند دن رات لوگوں کو سنائی جاتی تھی اور جس کی طرف کفار کو بلایا جاتا تھا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کے لئے تلوار ہاتھ میں لیکر نکلتے۔ اور پھر کیا اس صورت میں کفار یہ اعتراض نہ کرتے کہ تم اپنے خدا کا کلام تو جبر کے خلاف سناتے ہو اور خود جبر کرتے ہو، مگر تاریخ سے ثابت ہے کہ کفار کی طرف سے کبھی یہ اعتراض نہیں ہوا، حالانکہ ان کی عادت تھی کہ خوب جی کھول کھول کر آپؐ کے خلاف اعتراض کیا کرتے تھے اور ان کے اعتراضات قرآن کریم اور کتب حدیث و تاریخ میں کثرت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔

آغازِ جہاد کے وقت مسلمانوں کی حالت جبر کے خیال کی مکذب ہے

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ جس وقت مسلمانوں کی طرف سے جہاد کا آغاز ہوا اُس وقت ان کی جو حالت تھی وہ بھی جبر کے خیال کو جھٹلاتی ہے۔ بھلا گنتی کے چند لوگ جن کے خلاف گویا سارا ملک ہتھیار بند تھا اور جن کا یہ حال تھا کہ خوف کے مارے ان کو رات کو نیند نہیں آتی تھی وہ جبر کے خیال سے جنگ شروع کر سکتے ہیں؟ ایسی حالت میں تو صرف وہی شخص لڑائی کے لئے نکل سکتا ہے جو یا تو یہ سمجھتا ہو کہ اب موت سے بچنے کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو یہی ہے کہ خود حفاظتی کے لئے تلوار نکال لی جاوے اور یا وہ یہ خیال کرتا ہو کہ اب مرنا تو ہے ہی کیوں نہ مردوں کی طرح میدان جنگ میں جان دی جاوے۔ ان دو غرضوں کے سوا کسی اور غرض کے لئے کوئی شخص جو مجنون نہیں ہے اس حالت میں لڑائی کے لئے نہیں نکل سکتا جو اس وقت مسلمانوں کی تھی۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمانوں کی ابتدائی لڑائیاں دفاع اور خود حفاظتی کے لئے تھیں نہ کہ جبر اور تشدد کی غرض سے۔

کبھی کوئی شخص جبراً مسلمان نہیں بنایا گیا

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کی یہ لڑائیاں لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کی غرض سے تھیں تو تاریخ سے ہمیں ایسے لوگوں کی مثالیں نظر آنی چاہئیں جو بزور مسلمان بنائے گئے آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ہزاروں مسلمانوں اور کافروں کے نام تاریخ میں محفوظ ہیں کوئی ایک مثال تو ایسے شخص کی ملنی چاہئے جسے تلوار کے زور سے مسلمان بنایا گیا ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی جبری تبلیغ کی نظر نہیں آتی۔ ہاں دوسری طرف ایسی مثالیں تاریخ سے ثابت ہیں کہ عین لڑائی کے دوران میں کسی مشرک نے اسلام کا اظہار کیا، لیکن مسلمانوں نے اس خیال سے کہ یہ شخص ڈر کر اسلام کا اعلان کر رہا ہے اور اس کے اسلام کے اظہار کے ساتھ ان کی تصدیق شامل نہیں ہے اس کے اسلام کو اسلام نہیں سمجھا اور اسے تلوار کی گھاٹ اُتار دیا، چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک لڑائی میں اسامہ بن زید جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے صاحبزادے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز تھے ایک کافر کے سامنے ہوئے جب اس کافر نے دیکھا کہ اسامہ نے اس پر غلبہ پا لیا ہے تو کہنے لگا کہ مَیں مسلمان ہوتا ہوں، لیکن اسامہ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اپنا نیزہ چلا دیا۔ جب لڑائی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس واقعہ کا ذکر ہوا تو آپؐ اسامہ پر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ جب وہ شخص اسلام کا اظہار کرتا تھا تو تم نے اسے کیوں مارا؟ اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ ڈر کے مارے کہتا تھا اور دل میں مسلمان نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا "کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟" یعنی بالکل ممکن ہے اسی وقت اس پر اسلام کی صداقت کھل گئی ہو اور وہ دل سے مسلمان ہو گیا ہو۔ مثلاً ایسا ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے دل میں فیصلہ کا یہ معیار رکھا ہو کہ اگر مَیں لڑائی میں غالب آ گیا تو معلوم ہوگا کہ ہمارے بُت جن کے لئے مَیں لڑ رہا ہوں سچے ہیں لیکن اگر مَیں مغلوب ہو گیا تو ثابت ہوگا کہ خدا ایک ہے۔ بہرحال اس کا میدان جنگ میں مسلمان ہونا اس بات کا یقینی ثبوت نہیں تھا کہ وہ ڈر کر مسلمان ہوتا ہے۔ پس جب اس بات کا امکان تھا کہ وہ دل سے مسلمان ہوتا ہے تو اسامہ کو اپنا ہاتھ روک لینا چاہئے تھا اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن پر ناراض ہوئے اور اسامہ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ مجھ پر اس قدر ناراض ہوئے کہ مَیں نے یہ تمنا کی کہ کاش میں اس واقعہ سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا اور اب اس کے بعد مسلمان ہوتا تاکہ آپؐ کی یہ ناراضگی میرے حصہ میں نہ آتی۔ (مسلم کتاب الایمان)

پھر تاریخ میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ اگر کسی وجہ سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کے متعلق یہ علم ہو گیا ہے کہ وہ دل سے مسلمان نہیں ہوا بلکہ محض ڈر یا طمع کی وجہ سے ایسا کر رہا ہے تو آپ نے اس کا اسلام قبول نہیں فرمایا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ایک روایت آتی ہے کہ کسی لڑائی میں صحابہ نے ایک ایسے کافر کو قید کیا جو بنو ثقیف کے حلیفوں میں سے تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قیدی کے پاس سے گزرے تو اس نے قید سے رہائی پانے کے خیال سے کہا کہ "اے محمدؐ! مجھے کیوں قید میں رکھا جاتا ہے میں تو مسلمان ہوتا ہوں"۔ آپؐ نے فرمایا۔ "اگر تم اس حالت سے پہلے اسلام لاتے تو خدا کے حضور یہ اسلام مقبول ہوتا اور تم نجات پا جاتے مگر اب نہیں"۔ اگر تم اس حالت سے پہلے اسلام لاتے تو خدا کے حضور یہ اسلام مقبول ہوتا اور تم نجات پا جاتے مگر اب نہیں"۔ اسکے بعد آپؐ نے اس کے بدلے میں دو مسلمان قیدی بنو ثقیف سے چھڑوا لئے اور اُسے کفار کو واپس کر دیا۔ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ باب حکم الاسراء) الغرض تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ صحابہ نے کسی شخص کو تلوار سے ڈرا کر مسلمان بنایا ہو بلکہ جو مثال بھی ملتی ہے اس کے خلاف ملتی ہے اور یہ اس بات کا ایک عملی ثبوت ہے کہ مسلمانوں کی یہ لڑائیاں لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کی غرض سے نہ تھیں۔

اس جگہ اگر کسی کو یہ شبہ پیدا ہو کہ لڑائی میں کسی کافر کی طرف سے اسلام کے اظہار پر اُسے چھوڑ دینا یہ بھی تو ایک رنگ کا جبر ہے تو یہ ایک جہالت کا اعتراض ہوگا وجہ مخاصمت کے دُور ہو جانے پر لڑائی سے ہاتھ کھینچ لینا حسنِ اخلاق اور احسان ہے نہ کہ جبر و ظلم۔ کفار عرب کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگ کرنا صرف اس بنا پر تھا کہ انہوں نے آپؐ کے خلاف تلوار اُٹھائی تھی اور اسلام کی پُر امن تبلیغ کو بزور روکنا چاہتے تھے اور اس کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملک میں امن اور مذہبی آزادی قائم کرنا چاہتے تھے۔ اب اگر کوئی شخص مسلمان ہو جاتا ہے تو قطع نظر اس کے کہ اسے گھر میں بیٹھے ہوئے اسلام پر شرح صدر پیدا ہوتا ہے یا میدان جنگ میں۔ جب بھی وہ اسلام کا اظہار کرے گا تو اس کے اس اظہار کے کم از کم یہ معنے ضرور ہوں گے کہ اب اس کی طرف سے وہ خطرہ دُور ہو گیا ہے جن کی بناء پر یہ جنگ ہو رہی تھی تو اس صورت میں لازماً اس کے خلاف کارروائی بند کر دی جاوے گی۔ درحقیقت جیسا کہ ابھی ظاہر ہو جائے گا جنگ کی ابتداء تو کفار کی طرف سے تھی۔ پس جب کوئی شخص مسلمان ہوتا تھا تو طبعاً اس کے یہ معنے ہوتے تھے کہ اب وہ جنگ کو ترک کر کے صلح کی طرف مائل ہوتا ہے۔ پس اس کے خلاف لڑائی روک دی جاتی تھی۔ یہی مفہوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (مسلم کتاب الایمان) یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مَیں ان کفار سے جنگ کروں جو اسلام کے خلاف میدان جنگ میں نکلے ہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ مگر غلطی سے بعض لوگوں نے اس حدیث کے یہ معنے سمجھ لئے ہیں کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے تمام کافروں کے خلاف اس وقت تک لڑنے کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ مسلمان ہو جائیں؛ حالانکہ یہ معنے قرآنی تعلیم اور تاریخی واقعات کے صریح خلاف ہیں اور یہ ایک سراسر خلاف دیانت فعل ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول کے وہ معنے چھوڑ کر جو قرآن و تاریخ کے مطابق ہیں اور لغتِ عرب کی رُو سے بھی ان پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا وہ معنے کئے جاویں جو واضح قرآنی تعلیم اور صریح تاریخی واقعات کے بالکل خلاف ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا یہی مطلب ہے کہ جن کفار نے مسلمانوں کے خلاف تلوار اُٹھائی ہے اور ملک میں نقضِ اَمن کا موجب ہو رہے ہیں مجھے اُن کے خلاف لڑنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن اگر وہ مسلمان ہو جائیں اور اُن کی طرف سے یہ خطرہ جاتا رہے تو مجھے لڑائی بند کر دینے کا حکم ہے۔ گویا مراد یہ ہے کہ مجھے ان کفار کے خلاف اس وقت تک لڑنے کا حکم ہے کہ یا تو جنگ کا طبعی نتیجہ ظاہر ہو جاوے یعنی یہ لوگ جو اسلام کے خلاف اُٹھے ہوئے ہیں مفتوح ہو جائیں اور جنگ کا خاتمہ ہو جاوے اور یا وہ اسلام کی صداقت کے قائل ہو کر مسلمان ہو جائیں اور ان کی طرف سے اَمن شکنی کا کوئی اندیشہ نہ رہے۔ اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ صرف اسلام کے اظہار پر ہی لڑائی بند نہیں ہوتی تھی بلکہ اگر کوئی قبیلہ مسلمانوں کے خلاف جنگ ترک کر دیتا تھا اور مسلمانوں کی سیاسی حکومت کو قبول کر لیتا تھا تو خواہ وہ کفر و شرک پر ہی قائم رہتا تھا اس کے خلاف بھی جنگ کی کارروائی روک دی جاتی تھی؟ چنانچہ اس کی بہت سی مثالیں تاریخ میں مذکور ہیں جو اپنے موقعہ پر بیان ہوں گی۔ الغرض اسلام کے اظہار پر لڑائی بند کر دینے کے حکم کا قطعاً کوئی تعلق جبر سے نہیں ہے بلکہ یہ ایک حسنِ سیاست کا فعل ہے جو ہر عقل مند کے نزدیک قابلِ تعریف سمجھا جانا چاہئے۔ یہ تشریح جو اس حدیث کی کی گئی ہے یہ محض عقلی تشریح نہیں بلکہ خود قرآن کریم کمال صراحت کے ساتھ اس تعلیم کو پیش کرتا ہے کہ اگر کفار اپنے مظالم سے باز آجائیں اور ملک میں فساد اور اَمن شکنی کا موجب نہ بنیں تو اس صورت میں مسلمانوں کو ان کے خلاف فوراً کارروائی روک دینی چاہئے؛ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے:

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (بقرہ:۱۹۴)

یعنی اے مسلمانو! تم جنگ کرو ان کفار سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں اس وقت تک کہ ملک میں فتنہ نہ رہے اور ہر شخص اپنے خدا کے لئے (نہ کسی ڈر اور تشدد کی وجہ سے) جو دین بھی چاہے رکھ سکے اور اگر یہ کفار اپنے ظلموں سے باز آجائیں تو تم بھی رُک جاؤ کیونکہ تمہیں ظالموں کے سوا کسی کے خلاف جنگی کارروائی کرنے کا حق نہیں ہے"۔

اس آیت کی تفسیر حدیث میں اس طرح آتی ہے کہ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ قَالَ ابْنُ عُمَرَ قَدْ فَعَلْنَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْكَانَ الْاِسْلَامُ قَلِيْلًا فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِيْ دِيْنِهٖ اِمَّا يَقْتُلُوْهُ وَاِمَّا يُوْثِقُوْهُ حَتّٰی كَثُرَ الْاِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ۔ (بخاری کتاب التفسیر سورۃ انفال) یعنی یہ جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لڑو ان کفار سے جو تم سے لڑتے ہیں اس وقت تک کہ ملک میں فتنہ نہ رہے اس کے متعلق ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم نے اس الٰہی حکم کی تعمیل یوں کی کہ جب کہ رسول اللہ کے زمانہ میں مسلمان بہت تھوڑے تھے اور جو شخص اسلام لاتا تھا اسے کفار کی طرف سے دین کے راستے میں دکھ دیا جاتا تھا اور بعض کو قتل کر دیا جاتا تھا اور بعض کو قید کر دیا جاتا تھا۔ پس ہم نے جنگ کیا اس وقت تک کہ مسلمانوں کی تعداد اور طاقت زیادہ ہوگئی اور نو مسلموں کے لئے فتنہ نہ رہا۔" اس واضح اور بیّن آیت اور اس واضح اور بیّن حدیث کے ہوتے ہوئے ذو معنیین سے جبری اشاعت کی تعلیم ثابت کرنے کی کوشش کرنا ہرگز دیانتداری کا فعل نہیں سمجھا جا سکتا۔

صحابہ کی زندگیاں جبر کے خیال کی مکذّب ہیں

پھر سچے ایمان کی بعض علامات ہیں جن سے وہ پہچانا جاتا ہے اور جو کبھی بھی اس شخص میں پیدا نہیں ہو سکتیں جو تلوار کے زور سے مسلمان بنایا گیا ہو۔ مثلاً سچے ایمان میں محبت ہوتی ہے۔ اخلاص ہوتا ہے، قربانی ہوتی ہے غیرت ہوتی ہے اور ناممکن ہے کہ یہ باتیں اس شخص میں پائی جائیں جس کا ایمان محض دکھاوے کا ایمان ہے اور جو صرف خوف کی وجہ سے کسی عقیدہ کا اظہار کرتا ہے مگر اس کا دل اس ایمان سے خالی ہوتا ہے۔ پس ہمیں صحابہؓ کی زندگیوں کا مطالعہ کرنا چاہئے اور پھر دیکھنا چاہئے کہ کیا ان کا حال ان لوگوں کا سا نظر آتا ہے جن کا مذہب تلوار کے زور سے تبدیل کیا گیا ہو؟ کیا ان کے ایمان میں محبت کی بُو نہیں؟ کیا ان کے دل اخلاص سے خالی نظر آتے ہیں؟ کیا اُن میں قربانی کی رُوح نہیں پائی جاتی؟ کیا ان میں غیرت کی کمی محسوس ہوتی ہے؟ اگر یہ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اور یہ سب علامات صحابہ میں موجود ہیں اور نہ صرف موجود ہیں بلکہ بدرجہ کمال پائی جاتی ہیں اور ان کی زندگیوں کا ہر کارنامہ ان کے ایمان ان کے اخلاص اور اسلام کے لئے اُن کی محبت اور قربانی اور غیرت پر شاہد ہے تو یہ کس قدر ظلم ہوگا کہ ان کے ایمان کی سچائی پر شبہ کیا جاوے۔ دُور نہ جاؤ عکرمہ بن ابو جہل کی ہی مثال لے لو۔ باپ ابو جہل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا پیاسا تھا اور اسی کوشش میں ہلاک ہوا۔ خود عکرمہ کا یہ حال تھا کہ ہر لڑائی میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑا اور اسلام کو مٹانے کے لئے اس نے اپنی تمام کوشش صرف کر دی اور بالآخر جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ماتحتی کو اپنے لئے موجب ذلت سمجھ کر مکہ سے بھاگ گیا اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جن کے قتل کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا، لیکن بالآخر جب وہ مسلمان ہوا تو اس کے ایمان و اخلاص کا یہ حال تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں اُس نے باغیوں کے قلع قمع کرنے میں بے نظیر جان نثاریاں دکھلائیں اور جب ایک جنگ میں سخت گھمسان کا رَن پڑا اور لوگ اس طرح کٹ کٹ کر گر رہے تھے جیسے درانتی کے سامنے گھاس گرتا ہے اس وقت عکرمہ چند ساتھیوں کو لے کر عین قلب لشکر میں جا کودا۔ بعض لوگوں نے منع کیا کہ اس وقت لڑائی کی حالت سخت خطرناک ہو رہی ہے اس طرح دشمن کی فوج میں گھسنا ٹھیک نہیں ہے لیکن عکرمہ نہ مانا اور یہی کہتا ہوا آگے بڑھتا گیا کہ "مَیں لات و عزّیٰ کی خاطر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑا ہوں۔ آج خدا کے رستے میں لڑتے ہوئے پیچھے نہیں رہوں گا۔" لڑائی کے خاتمہ پر دیکھا گیا تو اس کی لاش نیزوں تلوار کے زخموں سے چھلنی تھی۔ مالی قربانی کا یہ حال تھا کہ جب غنائم میں سے عکرمہ کو کوئی حصہ ملتا تو وہ اسے صدقہ خیرات اور خدمت دین میں بے دریغ خرچ کر دیتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ایک زمانہ تھا کہ مَیں خدا کے دین کے خلاف خرچ کیا کرتا تھا اب جب تک خدا کی راہ میں خرچ نہ کرلوں مجھے چین نہیں آتا۔ (اُسدُ الغابہ۔ استیعاب) کیا یہ وہ لوگ ہیں جو تلوار کے ڈر سے مسلمان ہوئے تھے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح کی خواہش جبر کے خیال کو جھٹلاتی ہے

ایک اور شہادت اس بات کا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ لڑائیاں لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کی غرض سے نہ تھیں یہ ہے کہ آپؐ ہمیشہ صلح کے خواہشمند رہتے تھے۔ اور آپ کی یہ انتہائی کوشش ہوتی تھی کہ کسی طرح یہ لڑائیاں بند ہو جاویں اور ملک میں اَمن و امان کی صورت پیدا ہو؛ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش نے سخت سے سخت شرطیں پیش کیں۔ حتّٰی کہ اکثر مسلمانوں نے ان شرطوں کے قبول کرنے کو اپنے لئے موجب ذلت سمجھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بات کی پروانہ کی اور جس طرح قریش نے کہا اسی طرح ان کی شرطیں مان کر صلح کر لی۔ اب غور کا مقام ہے کہ اگر ان لڑائیوں میں آپؐ کی غرض یہ تھی کہ کفار کو تلوار کے زور سے مسلمان بنایا جاوے تو صورت حال یہ ہونی چاہئے تھی کہ قریش صلح پر زور دیتے اور ایسی نرم شرطیں پیش کرتے جنہیں مسلمان بخوشی مان لینے کو تیار ہو جاتے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مقابلہ میں سختی

کا پہلو اختیار کرتے اور صلح کی تجویز کو آنوں بانوں سے ٹال کر جنگ چھیڑے رکھتے تاکہ کفار کے جبراً مسلمان بنانے کا موقعہ میسر رہتا، لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے جو اس بات کا ایک یقینی ثبوت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش یہ تھی کہ جس طرح بھی ہو یہ جنگ رُک جاوے اور ملک میں امن وامان کی صورت پیدا ہو۔ پھر اسی موقعہ پر جو قرآنی آیت نازل ہوئی وہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ ان لڑائیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غرض جبری تبلیغ نہ تھی بلکہ قیامِ امن تھی؛ چنانچہ بخاری میں روایت آتی ہے کہ یہ آیت قرآنی کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا۔ (فتح:۲) یعنی ہم نے تجھے یہ ایک بڑی کھلی کھلی فتح عطا کی ہے۔ صلح حدیبیہ ہی کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے صلح اور قیامِ اَمن کا نام مسلمانوں کے لئے ایک کھلی کھلی فتح رکھا ہے اور حق بھی یہ ہے کہ صلح حدیبیہ ایک نہایت عظیم الشان فتح تھی جس کے مقابل میں ایک طرح سے بدر وخندق بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ گو بدر وخندق میں کفار کو ہزیمت ہوئی اور وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں پسپا ہو کر لوٹے لیکن ان جنگوں میں مسلمانوں کو ان کے جہاد کا مقصد حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ کفار ابھی تک اُسی طرح برسرِ پیکار تھے اور جنگ جاری تھی، لیکن حدیبیہ میں گو کوئی کشت وخون نہیں ہوا اور بظاہر مسلمانوں کو دب کر صلح کرنی پڑی، لیکن ان کے جہاد کا مقصد حاصل ہو گیا یعنی جنگ رُک گئی اور ملک میں اَمن قائم ہو گیا۔ پس حقیقی فتح صلح حدیبیہ ہی تھی اور اسی لئے خدا نے اس کا نام فتح مبین رکھا اور یہ ایک نہایت زبردست ثبوت اس بات کا ہے کہ مسلمانوں کی لڑائیاں دفاع یا قیامِ اَمن کے لئے تھیں نہ کہ اسلام کو بزور پھیلانے کی غرض سے۔

صلح کے زمانہ میں مسلمانوں کو غیر معمولی ترقی نصیب ہوئی

ایک اور جہت سے بھی اس سوال پر غور ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ دیکھا جاوے کہ آیا صلح کے زمانہ میں اسلام کو زیادہ ترقی حاصل ہوئی یا کہ جنگ کے زمانہ میں۔ اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ صلح کے زمانہ میں اسلام نے جنگ کے زمانہ کی نسبت غیر معمولی سُرعت کے ساتھ ترقی کی تھی تو یہ اس بات کا ایک عملی ثبوت ہوگا کہ یہ لڑائیاں اسلام کی جبری اشاعت کی غرض سے نہ تھیں۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال سے عملی جنگ کا آغاز ہو گیا تھا اور صلح حدیبیہ ہجرت کے چھٹے سال میں وقوع میں آئی۔ گویا صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمانوں پر قریباً پانچ سال جنگ کی حالت میں گزرے تھے۔ ان پانچ سالوں میں مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ ان سپاہیوں کی تعداد سے لگایا جا سکتا ہے جو اسلامی فوج میں شامل ہو کر شریکِ جنگ ہوتے تھے۔ اعلانِ جنگ ماہ صفر ۲ھ ہجری میں ہوا اور قریش کے ساتھ مسلمانوں کی پہلی لڑائی رمضان ۲ھ ہجری میں بدر کے موقعہ پر ہوئی۔ جہاں مسلمان کچھ اوپر تین سو تھے۔ دوسری لڑائی شوال ۳ھ ہجری میں اُحد کے موقعہ پر ہوئی جہاں مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی۔ تیسری لڑائی شوال ۵ھ ہجری میں ہوئی جو غزوہ احزاب یا غزوہ خندق کے نام سے مشہور ہے اس میں مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ لڑائی چونکہ مدینہ میں ہوئی تھی اس لئے اس میں مسلمان زیادہ کثرت کے ساتھ شامل ہو سکے تھے وِالّا اگر دُور کا سفر ہوتا تو غالباً اس زمانہ میں اس کثرت کے ساتھ مسلمان شامل نہ ہو سکتے کیونکہ کمزور ضعیف اور غریب لوگ کثرت سے رہ جاتے۔ بہر حال اس جنگ میں تین ہزار مسلمان شریک ہوئے۔ اس کے بعد ذوقعدہ ۶ھ ہجری میں غزوہ صلح حدیبیہ وقوع میں آیا اور اس میں ڈیڑھ ہزار مسلمان شامل ہوئے۔ گویا اس چار پانچ سالہ جنگی زمانہ کے آخری غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد تین سو سے لے کر ڈیڑھ ہزار تک پہنچی تھی اور اگر غزوہ خندق کی تعداد پر بنیاد رکھیں تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ تعداد تین ہزار تک پہنچی تھی۔ اس کے بعد صلح کا زمانہ شروع ہوا اور قریباً پونے دو سال تک صلح رہی لیکن اس صلح کے زمانہ میں جس غیر معمولی سرعت سے اسلام کی ترقی ہوئی وہ اس تعداد سے معلوم کی جا سکتی ہے جو غزوہ فتح مکہ کے موقعہ پر جو رمضان ۸ھ ہجری میں ہوا مسلمانوں کی تھی۔ مؤرخین کا اتفاق ہے کہ اس غزوہ میں اسلامی لشکر کی تعداد دس ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ گویا چار پانچ سالہ جنگ کے زمانہ میں قابلِ جہاد مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار یا زیادہ سے زیادہ تین ہزار تک پہنچی تھی اور پونے دو سالہ اَمن کے زمانہ میں یہ تعداد دس ہزار کو پہنچ گئی اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ لڑائیاں اسلام کی جبری اشاعت کی غرض سے نہ تھیں بلکہ دراصل یہ جنگ اسلام کی ترقی میں ایک روک تھی کیونکہ جونہی یہ جنگ ختم ہوئی اسلام سُرعت کیساتھ پھیلنا شروع ہو گیا۔ دراصل جنگ کی حالت میں کئی لوگ اسلام کی طرف توجہ نہیں کر سکتے تھے اور کئی کمزور طبیعت لوگ کفار کی مخالفت سے بھی ڈرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی جنگ کی مصروفیت کی وجہ سے اصل تبلیغ کا موقعہ بہت کم ملتا تھا، لیکن جب جنگ رُک گئی تو ایک طرف لوگوں کو اسلام کے متعلق غور کرنے کا موقعہ مِل گیا اور کمزور طبائع کا خوف جاتا رہا اور دوسری طرف تبلیغ کی سرگرمی زیادہ ہو گئی اور اس کا نتیجہ جو کچھ ہوا وہ ہمارے سامنے ہے۔

فتح مکہ کے موقعہ پر سینکڑوں کفار اسلام سے منکر رہے

ایک اور دلیل اس بات کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ لڑائیاں اسلام کی جبری اشاعت کے لئے نہیں تھیں یہ ہے کہ غزوہ مکہ کے موقعہ پر جب مکہ مسلمانوں کے ہاتھ فتح ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب ایک فاتح کی حیثیت میں مکہ میں داخل ہوئے اس وقت گو بعض لوگ قریش مکہ میں سے اپنی مرضی سے مسلمان ہو گئے تھے لیکن بہت سے قریش کُفر پر قائم رہے اور اُن سے قطعاً کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ اور پھر آہستہ آہستہ جوں جوں ان لوگوں کو اسلام کے متعلق شرح صدر ہوتا گیا وہ اپنی مرضی سے مسلمان ہوتے گئے ایسے لوگوں کی تعداد سینکڑوں بلکہ شاید ہزاروں تھی؛ چنانچہ صفوان بن اُمیّہ جو کہ مکہ کے رئیس اُمیّہ بن خلف کا لڑکا تھا اور اسلام کا سخت دشمن تھا وہ بھی فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان نہیں ہوا اور کفر کی حالت میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر غزوہ حنین میں شریک ہوا جس میں اور بھی بہت سے مشرک شریک ہوئے تھے لیکن پھر آہستہ آہستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسنِ اخلاق سے اس پر اسلام کی حقانیت کھلتی گئی اور بالآخر وہ خود بشرح صدر مسلمان ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ لوگوں کو جبراً مسلمان بناتے تھے تو فتح مکہ کے بعد جبکہ قریش کی طاقت بالکل ٹوٹ چکی تھی اور اسلامی لشکر مکہ پر قابض تھا اس وقت مکہ والوں کو کیوں نہ جبراً اسلام میں داخل کیا گیا۔ فتح مکہ سے بہتر مسلمانوں کے لئے اسلام کی جبری اشاعت کا کونسا موقعہ ہو سکتا تھا۔ جبکہ تلوار کے ذرا سے اشارے سے ایک بہت بڑی جماعت اسلام میں داخل کی جا سکتی تھی، لیکن چونکہ اسلام مذہبی آزادی کا پیغام لیکر آیا تھا اور حکم تھا کہ دین کے معاملہ میں قطعاً کوئی جبر نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب نے کمال دیانتداری کے ساتھ ہر ایک شخص کو اس کے ضمیر پر آزاد چھوڑ دیا کہ جس مذہب پر کوئی چاہے رہے۔ لیکن اسلام کوئی ایسا مذہب نہیں تھا کہ مشرکین عرب اس کے متعلق ٹھنڈے طور پر غور کرنے کا موقعہ پاتے اور پھر اپنے مذہب کے مقابلہ میں اس کی خوبیوں کے قائل نہ ہوتے؛ چنانچہ لوہے کی تلوار نے نہیں بلکہ براہین وآیات کی تلوار نے اپنا کام کیا اور ایک نہایت قلیل عرصہ میں مکہ کی سرزمین شرک کے عنصر سے پاک تھی۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم" مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد ایم اے صفحہ ۲۸۸ تا ۲۹۷ پرنٹ ویل امرتسر ۲۰۰۴ء)

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

منظوم کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمہ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّر بیضا نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں
جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا
جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

قرآن مجید
اور دشمنوں سے انصاف کی تعلیم

{{ محمد ایوب ساجد نائب ناظر نشر و اشاعت قادیان }}

اسلامی ممالک اپنی سیاسی کوڑ مغزی، بدنما کردار، نفرت و عداوت اور فرقہ پرستی کی لعنتوں میں ایسے الجھ گئے کہ اسلام جیسے مقدس مذہب کی بے عیب تعلیمات کی توہین و تذلیل قدم قدم پر کر رہے ہیں۔ ایسے وقت میں جبکہ روئے زمین کا چپہ چپہ کفر و ظلمت سے تیرہ و تار تھا بدعت و ظلمت اور جہالت ہر طرف موجزن تھی ہدایت کی روشنی اور صداقت کی شعائیں کہیں نظر نہیں آرہی تھیں حق پرستی ختم ہو چکی تھی باطل پرستی شباب پر تھی تہذیب و تمدن کا نام تک نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی عظیم تعلیمات کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور اس رحمت کے دریا نے ایسی موجیں بھریں کہ دیکھتے دیکھتے سارا عرب نور و عدل و انصاف سے بھر گیا۔ اس نور نے کفر کے بادلوں کو منتشر کر دیا اور ظلمت کی صفوں کو عرب سے لپیٹ دیا۔ اور پتھروں کے پجاریوں نے ایک خدا کی عبادت شروع کر دی اور افراط و تفریط کے شیدائی عدل و انصاف امن و شانتی کے نعرے بلند کرنے لگے۔ اسلامی تعلیمات کسی خاص قوم یا خاص مذہب و ملت کے لئے نہیں تھیں نہ کسی خاص رنگ و نسل کے لئے۔ بلکہ تمام عالم انسانیت کے لئے اسلامی تعلیمات میں ایسی مقناطیسی کشش تھی کہ سارا عرب اسلامی تعلیمات پر فخر سے عمل کرنے لگا۔ مرور زمانہ سے اسلامی ملک جن پر دنیا پرستی کی قلعی چڑھ چکی تھی اسلامیات کو سمجھنے کے لئے پاکیزگی نہیں رکھتے تھے۔ اسلامی تعلیمات کی عجیب عجیب داستانیں بنا ڈالیں اور وہ افسانے جو اُن کے مقصد کے مطابق ہوتے تھے یا جو ان کی حکومتی اغراض کو پورا کرتے تھے گھڑنے شروع کر دئے۔ ان نام نہاد مسلمان مشاہیر کا مقصد قرآنی تعلیمات کو دنیا میں پھیلانا نہیں تھا بلکہ اپنے مقاصد براری اور حکومتی شان و شوکت کو بڑھانا تھا اور قرآن مجید کی بعض آیات کریمہ کے ایسے معنی کرنے شروع کئے جو کہ کلیۃً قرآنی اسلوب کے منافی تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ

اس آیت کریمہ کے لفظی معنی یہ ہیں کہ تم ان سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ دور ہو جائے اور دین اللہ کے لئے ہو۔ یہ آیت کریمہ جو کہ اسلامی جنگوں کی انتہائی غرض سمجھی گئی ہے ظاہری معنی پر عمل کرنے کی جسارت کی گئی جبکہ اسلامی احکامات اور اسلامی کردار بالکل اسکے منافی ہے۔ ان مسلمانوں کے اندھ پن اور جاہلانہ کردار سے مخالفین اسلام نے یہ اعتراض کرنا شروع کیا کہ اس آیت کریمہ کا مقصد یہ ہے کہ کافروں کو قتل کرتے رہو یہاں تک کہ وہ سارے کے سارے اسلام میں داخل ہو جائیں۔ جو کہ اسلامی تعلیمات پر ایک بہت بڑا بہتان ہے جس کا اسلامیات سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

قرآن شریف میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ** کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔ پھر قرآن شریف میں ایک مسلمان کو یہ حکم ضرور ہے کہ اپنا دین عمدہ رنگ میں کافروں کے سامنے پیش کرو نرمی اور لطافت سے اُن کو سمجھانے کی کوشش کرو نہ کہ قتل و غارت امر جبر و اکراہ کا راستہ اختیار کرو۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکھف ع ۴)

کہ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اب جو چاہے اس پر ایمان لائے اور جو چاہے اس کا انکار کر دے کسی پر کوئی جبر نہیں البتہ انکار کرنے والے آخرت میں سزا پائیں گے سبحان اللہ غور کریں کہ کس حد تک آدمیت کے احترام کا خیال رکھا گیا ہے۔

ہر شخص کو اپنا مذہب عزیز ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے مذہب کی خاطر اپنی جان اور مال تک قربان کر دیتا ہے اپنے عزیز رشتہ داروں تک کو چھوڑ دیتا ہے۔ جس سے یہ عیاں ہے کہ انسان کی سب سے محبوب ترین چیز مذہب ہے۔ اس لئے طبعًا وہ چاہتا ہے کہ اس کے مذہب کی عزت ہو۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہر شخص کو یہ حق ہے کہ جائز اور صحیح طریق پر اپنے مذہب کو دوسروں کے سامنے پیش کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا:

اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عِيَالِهٖ (مشکوٰۃ)

کہ تمام مخلوق خدا تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ سو خدا تعالیٰ کو اپنے کنبے میں سے وہ شخص زیادہ محبوب ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ احسان کرے۔ قبل اس کے کہ اس موضوع پر مزید وضاحت کی جائے مضمون کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے اسباب کا بھی ذکر کرنا قرین مصلحت ہے کہ طریق تبلیغ کے بارہ اسلام کیا تعلیم دیتا ہے۔ پس ایک مسلمان کو قرآنی ہدایت ہے کہ جب وہ دوسروں کے سامنے اپنا مذہب پیش کرے تو اچھے ڈھنگ سے پیش کرے۔ فرمایا:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ (سورہ نحل) کہ اسلام کی طرف دوسروں کو دعوت دو مگر محکم دلائل سے نہ کہ لغو، بیہودہ اور دل آزار طریق سے بلکہ نہایت عمدہ طریق ہو۔ اگر مقابلہ بھی پیش آئے تو مخالف کی دیکھا دیکھی اپنے اس احسن طریق کو مت چھوڑو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مخالفین کو بھی اس طریق کی طرف بلایا ہے فرمایا:

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا (سورہ انعام)

نیز فرمایا **قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔**

کہ اے مخالفو اگر اپنے مذہب کی صداقت کی کوئی علمی دلیل تمہارے پاس ہے تو وہ پیش کرو۔ ہم بخوشی سننے کے لئے تیار ہیں لیکن علم اور دلائل کے مقابلہ میں جو لٹھ اور تلوار یا پھر بد تہذیبی کا طریق اختیار کرے اس کا کیا علاج ہے۔

قرآن شریف کی تعلیمات میں دشمنوں سے نہایت ہی حسن سلوک کی تلقین موجود ہے۔ اور یہی پاک نمونہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور صحابہ کبار اور اسلامی مشاہیر کے سلوک سے اظہر من الشمس ہے۔

ہاں قرآن پاک کی تعلیمات کو نہ سمجھنے سے دھوکہ لگا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں کافروں سے لڑنے یا اُن سے تعلقات نہ رکھنے کا حکم ہے وہاں پر ایسے کافر یا دشمن مراد ہیں جو مسلمان کے ملی مذہبی معاملات میں مداخلت کرتے ہوں۔ اسلام کو پھیلانے سے روکتے ہوں یا مسلمانوں کو قتل کر کے اس اسلام کو دنیا سے مٹانا چاہتے ہوں۔ پس جو لوگ مسلمانوں کے مذہبی ملی معاملات میں زور و جبر پر اتر آئے ہوں اُن سے لڑنے کا اور مقابلہ کرنے کا حکم ہے جیسا کہ فرمایا: **وَقَاتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا** ۔ کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اللہ کے دین کی خاطر جو لوگ اے مسلمانو! تم پر لڑائی مسلط کریں ان سے تم کو لڑنے کی اجازت ہے۔ مگر یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے حسن سلوک کی تعلیم دی اور فرمایا **وَلَا تَعْتَدُوْا**۔ کہ اے مسلمانو! زیادتی نہیں کرنا اتنا ہی مقابلہ کرنا جس سے تمہارا مقصد پورا ہو۔ دشمنوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش نہ کرنا۔ کتنی پیاری تعلیم ہے۔ سبحان اللہ۔

اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے حسن سلوک کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ (المائدہ) کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل کرنے سے نہ روکے۔ ہمیشہ عدل کرنا۔ عدل کرنا تقویٰ کے قریب ہے۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو جاننے والا ہے۔

پس یہاں پر تمام انسانوں کو عدل اور انصاف کے لحاظ سے ایک ہی زینہ میں رکھا ہے۔ اور دشمن قوموں سے بھی عدل کرنے کا حکم دیا۔ مذہب کے لحاظ سے ماں باپ دشمن ہوں تو اُن سے حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے جیسا کہ فرمایا:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا۔ (العنکبوت) کہ ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکیدی وصیت کی ہے اگر وہ یہ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ ان چیزوں کو شریک ٹھہرائے جن کا تمہیں علم نہیں تو اپنے ماں باپ کی ہر بات نہ ماننا۔

پس معلوم ہوا کہ دین میں جب تک وہ مداخلت نہ کریں اُن سے حسن سلوک کی تعلیم دی گئی۔ اگر دین میں مداخلت کریں یا سختی کریں تو پھر اُن سے ہر طرح کا مقابلہ جائز ہے۔ اس طرح کافر اولاد جو کہ اسلام کی دشمن ہو ان کے بارہ قرآن شریف میں تعلیم ملتی ہے فرمایا

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَىَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ (سورہ لقمن) کہ اے مسلمانو! اس انداز کو ہمیشہ یاد رکھو جو لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے اپنایا تھا۔ **يٰبُنَىَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ**۔ کہ اے میرے بیٹے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔ بیٹے کو قتل کرنا یا مارنا یا اس کے حقوق چھیننے کی تعلیم نہیں ہے۔ لیکن یہی بیٹا اگر دین میں بے جا مداخلت کرے اور اسلام کو مٹاتے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرے تو پیار کے بجائے اس پر تلوار اٹھانا جائز ہے۔ بعض حالات میں دشمنوں سے باوجود زیادتی کے لیکن ایسی زیادتی جو اسلام کو نقصان نہ پہنچاتی ہو اور مسلمانوں کے لئے خطرہ کا باعث نہ ہو۔ اُن سے حسن سلوک کی تعلیم دی ہے۔

جیسا کہ فرمایا:

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدہ ع ۱) کہ اس بناء پر کہ ان دشمنوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا تم عدل سے تجاوز نہیں کر سکتے تم کو نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہئے۔ ہاں گناہ اور تعدی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرنی چاہئے۔

پس عدل وانصاف کی اس سے اعلیٰ مثال کہیں نہیں مل سکتی کہ باوجودیکہ دشمن مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکیں لیکن پھر بھی مسلمانوں کو اُن پر زیادتی کرنے کی اجازت نہیں۔ پس اسلامی تعلیم میں ایسی اور صدہا مثالیں ملتی ہیں جہاں دشمنوں سے حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔ جیسا کہ فرمایا وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ کہ تمام رشتہ داروں جملہ مساکین اور سب مسافروں کا حق ادا کرو یہاں کہیں بھی نہیں کہ وہ مسلمان ہی ہوں بلکہ غیر مسلم دشمن قوم سے بھی ہوں تو وہ حق رکھتے ہیں کہ مسلمان اُن سے حسن سلوک کریں۔ پس یتیم، مسافر، قیدی، مسکین، فقیر، مقروض، غلام، لونڈی، مزدور، ان سب سے حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے اور یہ کوئی شرط نہیں کہ مسلمان ہی ہوں۔ دشمن بھی ہوں تو بھی اُن سے حسن سلوک کا حکم اسلام میں پایا جاتا ہے۔

قارئین کرام یہی چیز ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک میں ملتی ہے جو کہ قرآن پاک کی تعلیمات کا عملی نمونہ ہے۔ اگر اسلام کا مقصد دشمنوں کو قتل کرنا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ نہ کرتے عمرو بن وہب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت جانی دشمن تھا ایک دفعہ وہ اپنی تلوار زہر میں بجھا کر آپؐ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے مدینہ آیا مگر قبل اس کے کہ وہ اپنے ناپاک ارادہ میں کامیاب ہو جاتا مسلمانوں کو اس کا علم ہو گیا اس کا راز فاش ہو گیا اور مسلمانوں نے اس کو گرفتار کر لیا۔ ہر ایک مسلمان یہی چاہتا تھا کہ ایسے مجرم کو سخت سزا دی جائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے تھے۔ لیکن رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن سے حسن سلوک دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف فرما دیا۔

یہ شخص جس بدترین نیت سے آیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معاف کرنے سے اس پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے اسلام قبول کیا۔ آپؐ کے احسان سے آپ کی جان لینے والا اپنی جان آپؐ پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو گیا یہ اس حسن سلوک کا ہی نتیجہ تھا جس نے اسبدترین دشمن کو اسلام کا شیدائی بنایا۔ مشہور شاعر کعب بن زبیر کو کون نہیں جانتا یہ شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا اور اعلانیہ مجالس میں ہجو والے اشعار سنایا کرتا تھا۔ جب فتح مکہ ہوئی تو یہ شخص ڈر کے مارے روپوش ہو گیا۔ ایک دن اجنبی بن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں آیا اور اجنبی کی طرح بیٹھ گیا۔ موقعہ پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کیا آپ کعب بن زبیر کو معاف کر دیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا۔ تب اس نے کہا کہ وہ کعب میں ہی ہوں اور ایک قصیدہ نعتیہ پڑھنا شروع کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں معاف کر کے اس پر رحم اور شفقت کی چادر ڈالی وہاں اس کے جسم پر بھی ایک چادر ڈالی جو کہ کعب کے وارثوں سے حضرت امیر معاویہؓ نے اس وقت بیس ہزار درھم میں خریدی اور آج تک قسطنطنیہ کے خزانہ تبرکات میں موجود ہے۔

قرآن پاک کی تعلیم کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح مکہ کے موقع پر دشمنوں سے عفو و درگزر کا سلوک انسانیت کو حیران کرتا ہے۔ مکہ والوں نے تیرہ سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں ایسی ایسی تکلیفیں پہنچائیں جن کے تصور سے ہی دل دھڑکنے لگتا ہے اور کلیجہ کانپنے لگتا ہے۔ مجبوراً آپ کو ہجرت کرنا پڑی مکہ والوں نے پیچھا کیا۔ آخر آپؐ مدینہ پہنچے غربت میں بھی مکہ والوں نے آپ کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آپؐ کے بہت سے ساتھیوں کو شہید کیا۔ مدینہ پر حملہ کر کے اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کی خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس مکہ پر جہاں سے آپؐ کو نکلنے کے لئے مجبور کیا گیا تھا اور ظلم وستم کے پہاڑ آپؐ پر گرائے گئے تھے آپ کی جان لینے کی سازش کی گئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اسی مکہ کا پورا قبضہ اور اقتدار آپ کو بخشا تو آپ نے لوگوں کو یوں معاف فرمایا جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ یہ کہہ کر ان لوگوں سے انتہائی درجہ پر عفو و درگزر کا سلوک فرمایا اگر اسلام میں دشمنوں کو قتل کرنے کی تعلیم ہوتی تو اس روز مکہ میں ایک بھی دشمن زندہ نہ رہتا۔

پس آیت لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ میں یہ حکم ہے کہ جو قومیں تمہارے مذہب یا ملت اور دین میں دست انداز نہیں ہوتیں ہیں اُن کے ساتھ تم رسم و رسوم رکھ سکتے ہو۔ اور آیت کریمہ ہے:

یاایھا الذین امنوا لاتتخذوا بطانة من دونکم سے منشاء ایزدی یہ ہے کہ جو قومیں مومنوں کے ساتھ ان کے ملی، قومی اور مذہبی رنگ میں منافرت اور مناقشت رکھتی ہیں تو مسلمانوں کو حکم ہے کہ ان سے محبت اور دوستی نہ کرو۔

پس اسلام کے مخالف، اگر مسلمانوں کے مذہبی امور میں حارج اور مزاحم نہ ہوں تو ان سے تعلقات رکھے جا سکتے ہیں لیکن اگر وہ مذہبی امور میں مداخلت کریں زیادتی کریں اسلام اور مسلمانوں کو مٹانا چاہیں تو جس رنگ کا ان کا حملہ ہو اسی کے مطابق مسلمانوں کو دفاع کی اجازت اللہ تعالیٰ نے اس شرط کے ساتھ دی ہے کہ وہ کسی قسم کی زیادتی نہ کریں۔ بعض لوگ ان آیات کو معرض اعتراض بتاتے ہیں جن میں مسلمانوں کو مخالفوں سے دوستی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

چونکہ مسلمانوں کو کفار، یہود و نصاریٰ کی دوستی سے جہاں منع کیا گیا ہے وہاں ان کے باپوں بیٹوں اور دوستوں کی دوستی سے بھی روکا گیا ہے جو مذہبی ملی اور قومی نقطۂ خیال سے مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ اسلام منافقت کو پسند نہیں کرتا کیونکہ جو شخص یا قریبی ہمارا مخالف ہو اور ہمارے مذہب میں ظالمانہ مداخلت کرتا ہو ہم اس سے دوستی رکھ ہی نہیں سکتے۔ اس لئے اسلام نے اس بات سے ہی منع کیا۔ چونکہ اس قسم کے اقدام صحیح جذبہ فطرت کے صریح خلاف ہیں کیا ان حالات میں کوئی شخص کوئی قوم صفحہ دنیا پر عزت کے ساتھ قائم رہ سکتی ہے۔ یہ ناممکن ہے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کا عام طبقہ اسلام کو غالب کرنے کے لئے اپنے زور بازو کا استعمال کر رہا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دھاکوں اور قتل وغارت سے اسلام غالب آئے گا یہ بالکل قرآنی منشاء کے صریحاً خلاف ہے اسلام ایک ملت ہے قوم نہیں قوم اس کو کہتے ہیں جن کا ایک وطن ہو ایک نسل ہو ایک رنگ ہو وغیرہ۔ ملت اس کو کہتے ہیں جو کسی مذہب کے اعتبار سے باوجود مختلف نسلوں مختلف قوموں اور مختلف نظریات کے ایک غرض ایک ہی مدعا اور ایک ہی ولولہ کا حامل ہو۔ اسلام ایک ملت ہے اس کو ملت اسلامی بھی کہہ سکتے ہیں ملت محمدی بھی کہہ سکتے ہیں مگر افسوس صد افسوس کہ مسلمان ایک ملت نہ رہ سکے۔ کیونکہ ملت کے لئے درج ذیل علامات کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) خلوص۔ جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

(۲) محبت۔ جیسا کہ فرمایا والّف بين قلوبكم

(۳) یکجہتی۔ جیسا کہ فرمایا انّما المومنون اخوة

(۴) اخوت۔ جیسا کہ فرمایا واخفض جناحك للمومنين

(۵) استقامت۔ جیسا کہ فرمایا ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم

ان خصوصیات کی کمی اور مسلمانوں کی جہالت سے مسلمان دن بدن تحت الثریٰ میں غرق ہو گئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے غلبہ اسلام کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ اور آپ کا کام قرآن پاک میں ليظهره على الدين كله اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں يحيى الدين و يقيم الشريعة تھا۔ آپ نے اس عظیم کام کو سرانجام دینے کے لئے احمدی مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت کی بنیاد ڈالی جو کہ سو سال گزرنے کے بعد بحمد اللہ یعنی خلافت کو تھامے ہوئے ۱۸۱ ملکوں میں خلوص، یکجہتی، محبت، اخوت اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لوائے اسلام کو دن بدن بلند سے بلند تر کرنے میں مصروف و مشغول ہے۔

حقیقی ملت اسلامیہ کہلانے کی واحد حقدار یہی جماعت ہے جس پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا۔ پس اے مسلمانو! اگر تم اسلام سے محبت رکھتے ہو اسلام کے لئے قربانیاں دینا چاہتے ہو تو آؤ خلافت کے زیر سایہ ملت اسلامیہ احمدیہ میں شامل ہو جاؤ جو کہ عین قرآن اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک خواہشات کے مطابق اعلائے کلمۃ اللہ میں شب و روز مصروف ہے۔

قرآن پاک کی تعلیمات اور ہدایات کو نظرانداز کر کے اس کا غلبہ ہونا تو درکنار اسلام کا حسین چہرہ بھی نمایاں نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ اکناف عالم میں قرآنی تعلیمات کو پھیلانے میں مصروف ہے دنیا بھر کی ساٹھ زبانوں میں قرآن پاک کے تراجم شائع کئے جا چکے ہیں اور درجنوں تراجم زیر کارروائی ہیں۔ یہ سب اس وجہ سے کہ مسلمان اور عوام الناس قرآن پاک کی حسین تعلیم کو از خود پڑھیں اور سمجھیں۔

اگر قرآن پاک کی پہلی سورت سورہ فاتحہ پر ہی غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس میں واضح طور پر فرماتا ہے الحمد للہ رب العلمین اس میں جہاں ایک مومن کو خدا کی تعریف کرنے کی ترغیب دی گئی ہے وہاں ایک غیر مسلم یا اسلام دشمن کو بھی یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے نہ کہ رب المسلمین مومن ہو کافر ہو مشرک ہو مسلمان ہو ہر کوئی اللہ تعالیٰ کے احسان کے زیر سایہ اپنی زندگی گذار رہا ہے اور ہر ایک پر اس کا احسان ہے جو اس نے یہ کائنات بنائی ہے پھر اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اھدنا الصراط المستقیم یاد رکھنا چاہئے کہ ایک انسان صرف نمازیں پڑھنے سے ہی جنت میں نہیں جائے گا اور نہ صرف روزے رکھنے سے جب تک کہ وہ خدا تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہ آئے الحمد للہ میں اگر حقوق اللہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے تو اھدنا الصراط المستقیم میں حقوق العباد کو کہ اے اللہ حقوق اللہ کے علاوہ حقوق العباد میں میری راہنمائی فرما تا میں دنیا میں ملی معاشرتی معاشی معاملات میں تیری مرضی کے مطابق زندگی گذار سکوں پس جب انسان یہ دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسکو یہ توفیق بخشے گا کہ وہ اپنے معاملات کو شریعت حقہ کے مطابق ڈھال سکے اور یہی غرض قرآن پاک کی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پاک کے ان باریک رموز کو سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ❀❀

ظہور امام مہدیؑ قرآن کریم کی روشنی میں

عبدالمومن راشد قائمقام پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان

قرآن مجید میں مسیح اور مہدی کے ظہور کا ذکر نام لے کر تو نہیں کیا گیا مگر قرآن مجید کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ میں ایک مسیح ضرور آئے گا۔ اُن آیات کریمہ کا ذکر کرنے سے پہلے ہمیں دو باتیں مدنظر رکھنی ہونگی۔

ا۔ہمیں دین کی تفصیلات کا علم احادیث نبویہ کے ذریعہ ملا ہے۔

۲۔قرآن شریف میں ایسی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ جن میں ایک مصلح کی خبر موجود ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں مسیح یا مہدی ہونا چاہئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

ہمیں اپنے دین کی تمام تفصیلات احادیث نبویہ کے ذریعہ سے ملی ہیں۔ مثلاً یہ نماز جو پنج وقت ہم پڑھتے ہیں گو قرآن مجید سے اس کی فرضیت ثابت ہوتی ہے مگر یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ صبح کی دو رکعت فرض اور دو رکعت سنت ہیں اور پھر ظہر کی چار رکعت فرض اور چار اور دو سنت اور مغرب کی تین رکعت فرض اور پھر عشاء کی چار ایسا ہی زکوۃ کی تفاصیل معلوم کرنے کے لئے ہم بالکل احادیث کے محتاج ہیں۔ اسی طرح ہزارہا جزئیات ہیں۔ جو عبادات اور معاملات اور عقود وغیرہ کے متعلق ہیں...علاوہ اس کے اسلامی تاریخ کا مبدأ اور منبع بھی احادیث ہیں۔ شہادت القرآن صفحہ ۳)

پھر آپ فرماتے ہیں:

قرآن کریم میں مسیح موعود کی نسبت کچھ ذکر ہے یا نہیں۔ اس کا فیصلہ دلائل قطعیہ نے اس طرح پر دیا ہے کہ ضرور یہ ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ جو شخص قرآن کریم کی ان آئندہ کی پیشگوئیوں پر غور کرے گا جو اس امت کی آخری زمانہ کی نسبت اُس مقدس کتاب میں ہیں۔ تو اگر وہ فہیم اور زندہ دل سینہ میں رکھتا ہے تو اُس کو اس بات کے ماننے سے چارہ نہیں ہوگا کہ قرآن کریم میں یقینی اور قطعی طور پر ایک ایسے مصلح کی خبر موجود ہے۔ جس کا دوسرے لفظوں میں مسیح موعود ہی نام ہونا چاہئے نہ اور کچھ۔

مندرجہ بالا امور کو مدنظر رکھنے سے ہمیں قرآن شریف میں مہدی موعود کا ذکر صرف ایک دو آیتوں میں ہی نہیں بلکہ اس کی اہمیت کے پیش نظر متعدد آیات میں واضح طور پر ملتا ہے۔

چنانچہ جب ہم قرآن شریف کی پہلی سورۃ کو پڑھتے ہیں تو ہمیں یعنی امت محمدیہ کو یہ دعا سکھائی جاتی ہے کہ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ۔

یعنی اے اللہ ہمیں اُن لوگوں کے راستہ پر چلنے کی توفیق بخش جن پر تو نے انعام کیا اور مغضوب علیہم اور ضالین کے راستہ سے ہمیں محفوظ رکھ۔

احادیث میں سورہ فاتحہ کے کئی نام آئے ہیں۔ امام سیوطیؒ نے انکی تعداد ۲۵ تک لکھی ہے اور علامہ قرطبی نے بارہ نام لکھے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس سورۃ کے ۹ ناموں کا ذکر تفسیر کبیر جلد نمبر ا صفحہ ۳ میں فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ”چونکہ باقی ناموں کا ثبوت چونکہ قرآن و حدیث سے مجھے نہیں ملا۔ میں نے اُنہیں بیان نہیں کیا۔ پھر فرماتے ہیں۔ فاتحہ نام جو اس سورہ کا بیان ہوا ہے اس کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ یہ نام پیشگوئی کے طور پر پہلی کتب میں بھی آیا ہے

چنانچہ مکاشفات ب ۱۰ آیت نمبر ۲ میں لکھا ہے۔

”اور اُس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سے کتاب کھلی ہوئی تھی اور اس نے اپنا داہنا پاؤں سمندر پر اور بائیاں خشکی پر دھرا اور بڑی آواز سے جیسے ببر گرجتا ہے پکارا۔ اور جب اُس نے پکارا تب بادل نے گرجنے کی اپنی سات آوازیں دیں“۔

اِس سورۃ کا نام اور اس کی آیات کی تعداد بطور پیشگوئی مرقوم ہے مترجم نے پیشگوئی کی اصل حقیقت سے ناآشنا ہونے کے باعث عبرانی لفظ ”فتوحہ“ کا ترجمہ کھلی ہوئی کتاب کیا ہے۔ حالانکہ فتوحہ یعنی فاتحہ سورہ کا نام بتایا گیا تھا۔ اس پیشگوئی میں جو گرج کی سات آوازوں کا ذکر ہے۔ اِن سے مراد اس سورۃ کی سات آیات ہیں۔

مسیحی مصنفین بالاتفاق تسلیم کرتے ہیں کہ مکاشفات کے مذکورہ بالا حوالہ میں مسیح کی آمد ثانی کے متعلق پیشگوئی ہے۔ اور یہ بات بالکل درست ہے پیشگوئی کے الفاظ سے ثابت ہے کہ آنے والے مسیح کے زمانہ تک یہ سورۃ مقفل رہے گی یعنی اس کا تفصیلی مفہوم مسیح موعود کے زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ چنانچہ مکاشفات میں لکھا ہے کہ نبی کو ایک ایک آسمانی آواز نے کہا کہ ”بادل کی اِن سات رعدوں سے جو بات ہوئی اُس پر مہر کر رکھ اور مت لکھ باب ۱۰ اورس ۴۔

سورہ فاتحہ کے یہ نام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے ہیں۔ ان میں سے بعض نام الہاماً اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر رکھے ہیں۔

حضور فرماتے ہیں۔

دوسرے میری غرض ان ناموں کے گنوانے سے یہ ہے کہ ان سے وسیع مطالب پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ نو نام درحقیقت دس مضمون ہیں۔ جو سورہ فاتحہ بیان کرتی ہے۔ وہ فاتحہ الکتاب ہے۔ یعنی قرآن کریم میں سب سے پہلے اس کے رکھنے کا حکم ہے۔ دوسرے وہ مطالب قرآنی کے لئے بمنزلہ ایک کلید کے ہے کہ اس کے ذریعہ سے قرآن کریم کے مطالب کھلتے ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد ا صفحہ ۳-۴)

مختصر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ کے مختلف نام بتا کر اس طرف امت محمدیہ کو توجہ دلائی ہے کہ سورہ فاتحہ کے وسیع مطالب ہیں اور اسی لئے ایک دن میں اِس سورۃ کو ۳۲ سے زیادہ بار پڑھنے کی ہدایت بھی فرمائی ہے۔

چنانچہ قرآن کریم کی اس چھوٹی سی سورۃ میں اُس عظیم الشان پیشگوئی کا بھی ذکر ہے کہ ایک وقت آئے گا جب امت محمدیہ کا ایک طبقہ یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلے گا اور ایسے ہی وقت میں مسیح و مہدی کا ظہور ہوگا۔

علامہ امام السید محمود الالوسی مفتی بغداد لکھتے ہیں کہ۔

مغضوب علیہم سے یہودی اور الضالین سے نصاریٰ مراد ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہی معنے امام احمد بن حنبل نے اور ابن حیان اور ابن جریر نے اور ابن ابی حاتم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کئے ہیں اور میرے علم کے مطابق مفسرین نے اِن معنوں سے اختلاف نہیں کیا۔ (روح المعانی جلد ا صفحہ ۸۲)

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ:

تم ان لوگوں کے طریقوں کو اختیار کرو گے۔ جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں اور تم میں اور اُن میں کھلی مشابہت پیدا ہو جائے گی۔ صحابہ نے عرض کیا ہم اہل کتاب کی پیروی کرینگے آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۳۲۷ اور بخاری کی روایت میں یہود و نصاریٰ کے الفاظ آئے ہیں۔ بخاری جلد ا صفحہ ۲۶۱) اسی طرح فرمایا یہود بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے اسی طرح عیسائی بھی لیکن میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائیگی۔ (حجج الکرامہ صفحہ ۱۱۹) ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا میری امت پر بعینہٖ وہی حالت آئیگی جو بنی اسرائیل پر آئی اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے ہونگے جو ایسا کرینگے بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے لیکن میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی ان میں سے ایک ناجی ہوگا (مشکوۃ ص ۲۲ مطبع محمدی بحوالہ ترمذی)

کیا عوام اور کیا خواص یعنی علماء امت سبھی یہ اعتراف کرتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں امت محمدیہ میں ظاہر ہو چکی ہیں

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص ۹ مطبوعہ علمی لاہور میں تحریر فرماتے ہیں کہ موجودہ زمانہ کے علماء سوء بالکل یہودی علماء کا پورا نمونہ ہیں گویا کہ وہی ہیں۔

۲۔ مولانا حالی اپنی مسدس میں فرماتے ہیں

نبوت نہ گر ختم ہوتی عرب پر   تو مبعوث ہم میں بھی ہوتا پیغمبر

تو ہے جیسے مذکور قراں کے اندر   ضلالت یہود و نصاریٰ کی اکثر

(مسدس حالی ص ۶۷ تاج کمپنی)

۳۔علامہ اقبال مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
(بانگ درا ص ۲۲۶)

اسی سورہ فاتحہ میں یہ دعا بھی سکھائی گئی تھی کہ صراط الذین انعمت علیھم ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا یعنی اے اللہ تو ہمیں انعام عطاء فرما غور طلب بات یہ ہے کہ مسلمان یہود و نصاریٰ کے مثیل تو ہو گئے لیکن اگر وہ محروم ہیں تو صرف انعمت علیہم میں مذکور انعام سے۔ یہ کیسے ممکن ہے پیشگوئی کا ایک حصہ تو پورا ہو جس کا تعلق ذلت اور رسوائی اور ضلالت و گمراہی سے ہے لیکن غلبہ اسلام اور مسلمانوں کی روحانی ترقی والا حصہ پورا نہ ہو

قرآن کریم پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انعمت علیہم سے کیا مراد ہے چنانچہ سورہ نساء آیت ۹ میں یہ واضح طور پر لکھا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول یعنی محمد مصطفیٰ صلعم کی اطاعت کرے تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے منعم علیہم لوگوں میں شامل کرتا ہے یعنی نبیوں میں صدیقوں میں شہیدوں میں اور صالحین میں اور یہ لوگ بہت اچھے ساتھی ہیں گویا اس آیت میں مسلمانوں کیلئے ان انعامات کا ذکر ہے جو ان کے لئے مقدر تھے یوں بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ سورہ فاتحہ میں جن انعامات کے لئے دعا سکھائی گئی تھی وہ یہاں بیان کر دیئے گئے ہیں اور ایک نہیں بلکہ چار ہیں نبی صدیق شہید اور صالح

قرآن کریم کی ایک اور آیت سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ نبوت انعام الٰہی ہے جیسا کہ سورہ مائدہ میں ہے

”یعنی اس وقت کو بھی یاد کرو جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم اللہ نے جو تم پر نعمت کی ہے اسے ہر وقت اپنی نگاہ میں رکھو اور وہ نعمت یہ ہے کہ اس نے تم میں سے نبی بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ دیا جو نسل انسانی کی مختلف اقوام میں سے اور کسی قوم کو نہ دیا تھا“ مختصر یہ ہے کہ جب دو قسم کے گروہ مغضوب اور ضالین امت محمدیہ میں پیدا ہو گئے ہیں تو تیسرا گروہ جسکا ذکر انعمت علیہم میں ہے کیوں پیدا نہیں ہوا کہیں علماء کرام عمداً خدا کے کلام سے رو گردانی کا مظاہرہ تو نہیں کر رہے ہیں

حقیقت تو یہی ہے کہ سورہ فاتحہ میں جیسے یہ پیشگوئی پائی جاتی ہے کہ علماء امت کا ایک گروہ یہود و نصاریٰ بن جائیں گے اُسی طرح اس میں یہ بھی پیشگوئی ہے کہ ان کے مقابلہ میں امت کی اصلاح کے لئے اور دین اسلام کو غالب کرنے کے لئے جو شخص ظاہر

ہوگا۔وہ مسیح ومہدی ہوگا۔

اس جگہ اظہار افسوس کئے بغیر رہنا ممکن نہیں۔ مسلمان غور کریں کہ عیسائی مکاشفات کی پیشگوئی میں جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔آنے والے مثیل مسیح کا ذکر تسلیم کرتے ہیں۔لیکن وہ مسلمان علماء جنہیں سورہ فاتحہ روزانہ ہر نماز میں پڑھنے کی تاکید کی گئی تھی وہ اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آنے والے مہدی ومسیح کا ذکر سورہ فاتحہ میں موجود ہے۔کم ازکم اُن سے سبق سیکھ لیں۔

دوسری آیت جس میں آنحضرت صلعم کو خدا تعالیٰ نے مثیل موسیٰ قرار دیا ہے۔جیسے کہ آیت اِنَّـا اَرْسَلْـنَـا اِلَيْـكُـمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (المزمل) سے ظاہر ہے کہ ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر شاہد ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف رسول یعنی موسیٰ بھیجا تھا۔نیز فرمایا۔

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ (احقاف ع ۱) کہ بنی اسرائیل کے ایک عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مثیل کے آنے کی شہادت دی۔اور یہ اُس پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے۔جو استثناء باب ۱۸ میں ان الفاظ میں موجود ہے۔

خدا تیرے بھائیوں میں سے ایک نبی تیری مانند برپا کریگا۔آیت قرآنی اور بائبل کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں۔اور امت محمدیہ مثیل امت موسویہ ہے۔اور سورہ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے اعمال صالحہ کئے یہ وعدہ کرتا ہے کہ اُنہیں زمین میں ویسے ہی خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُن سے پہلوں کو خلیفہ بنایا۔

امام فخر الدین رازی كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امت محمدیہ میں سے اللہ تعالیٰ ایسے خلیفے بنائے گا جیسے کہ ہارون یوشع اور داؤد اور سلیمان علیہم السلام کو امت موسویہ میں خلفاء بنایا تھا اور آیت کے یہ معنے ہوئے کہ ان کو خلیفے بنائے گا ایسے خلیفے جیسے کہ ان سے پہلے ان انبیاء کو بنایا تھا۔بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۱ میں مذکور اس حدیث سے بھی وضاحت ہوتی ہے۔آپؐ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے نبی صاحب سیاست بھی ہوتے تھے جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اُس کا خلیفہ نبی ہوتا لیکن میرے بعد خلفاء ہونگے اور بہت ہونگے۔

یعنی امت موسویہ کے خلفاء نبی صاحب سیاست ہوتے تھے لیکن میری امت میں ایسا نہیں ہوگا۔جو نبی ہوگا وہ بادشاہ نہیں ہوگا اور میرے جو خلیفے بادشاہ ہونگے وہ نبی نہیں ہونگے۔پس موسوی سلسلہ کے خلفاء کے مقابلہ میں امت محمدیہ میں خلفاء ہوئے جو بادشاہ تھے لیکن نبی نہیں تھے اور سلسلہ موسویہ کے آخر میں جیسے آخری خلیفہ جو موسیٰ علیہ السلام کے چودہ سو سال بعد حضرت عیسیٰ نبی تھے لیکن بادشاہ نہ تھے اسی طرح امت محمدیہ کے خلفاء کی امت موسویہ کے خلفاء سے مشابہت کا تقاضہ یہ ہے کہ امت محمدیہ میں آخری خلیفہ نبی ہو بادشاہ نہ ہو۔کما کے لفظ میں اسی طرف اشارہ ہے۔شیعہ کتب میں لکھا ہے کہ آیت لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ امام مہدی کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

شاہد آنے کی پیشگوئی

سورہ ہود میں آنحضرت صلعم کے بعد ایک شاہد کے آنے کی پیشگوئی پائی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً (ہود ع ۲)

کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہے اور جس کے بعد ایک شاہد خدا کی طرف سے آئے گا۔اور جس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بطور راہ نما اور رحمت تھی۔

اِس آیت میں ایک تو اُس شخص کا ذکر ہے جو اپنے رب کی طرف سے بینہ رکھتا ہو دوسرے شاہد کا ذکر ہے تیسرے کتاب موسیٰ کا ذکر ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ سے مراد آنحضرت صلعم ہیں۔چنانچہ تفسیر جلالین میں بھی یہی لکھا ہے۔صفحہ ۱۷۱ اسی طرح تفسیر بیضاوی میں بھی لکھا ہے کہ یہاں افمن کان سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں صفحہ ۲۷۴ جلد نمبر ۱۔تفسیر حسینی جلد صفحہ ۴۵۸ میں بھی یہ لکھا ہے کہ من کان علی بینہ سے مراد آنحضرت صلعم ہیں اور آپ کا تابع شاہد ہے۔یتلوہ شاہد منہ۔

شاہد منہ سے مراد مسیح ومہدی موعود علیہ السلام ہیں گویا اس آیت میں بھی یہ پیشگوئی کی گئی تھی کہ جب آخری زمانہ میں مسلمان یہود ونصاریٰ کے مشابہ ہو چکے ہونگے تو اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے شاہد یعنی مہدی موعود کو کھڑا کیا جائے گا۔

سورہ جمعہ میں پیشگوئی

سورہ جمعہ میں یہ پیشگوئی پائی جاتی ہے کہ آنحضرت صلعم کی آخرین میں بھی بعثت ہوگی۔ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امیوں میں بھیجا ویسے ہی ان کو آخرین میں بھی بھیجے گا۔جو اس کے نزدیک صحابہ میں سے ہیں لیکن وہ ابھی ان امیوں سے نہیں ملے۔جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور ان کا تزکیہ نفس کیا انہیں کتاب اور حکمت سکھائی۔لیکن جب رسول کریم صلعم ان میں بروزی طور پر مبعوث ہونگے تو وہ صحابہ کے ساتھ مل جائیں گے۔

حدیث میں ہے کہ جب سورہ جمعہ اتری تو ایک صحابی نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ وہ آخری لوگ جو ابھی ہم سے نہیں ملے وہ کون ہیں۔تو آپ نے سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِّنْ هٰٓؤُلَاۗءِ۔بخاری کتاب التفسیر سورہ جمعہ۔ یعنی اگر ایمان ثریا پر بھی معلق ہوگا تو ایک فارسی النسل مرد اسے وہاں سے بھی لے لیگا۔اور لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا۔

اِس حدیث میں آنحضرت صلعم نے آیات قرآنی کا مطلب خود ہی سمجھا دیا ہے کہ نہ ابھی آخرین ہیں اور نہ اُن میں ظاہر ہونے والے فارسی النسل بلکہ وہ ایسے وقت میں آئے گا جب دل ایمان سے خالی ہونگے۔

پس سورہ جمعہ سے معلوم ہوتا ہے۔امت محمدیہ کے دو گروہ ہیں ایک اُمِّيِّيْنَ کا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تربیت فرمائی۔دوسرا گروہ آخرین کا ہے۔جن میں مسیح ومہدی موعود ظاہر ہو کر تربیت کرینگے۔آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔خَيْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلُهَا وَاٰخِرُهَا اَوَّلُهَا فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلْعَمْ وَاٰخِرُهَا فِيْهِمْ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲۔) اِس امت کا اول اور آخر بہتر ہے۔اوّل میں تو رسول اللہ صلعم ہیں اور اُس کے آخر میں مسیح ہے۔پھر آپ فرماتے ہیں۔دجال کا مقابلہ تمہاری جیسی یا تم سے اچھی قوم کرے گی اور اللہ تعالیٰ اِس امت کو ذلیل نہیں کریگا جس کے اوّل میں میں ہوں اور آخر میں عیسی بن مریم ہیں (حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۳) پھر آپ فرماتے ہیں میری امت کی مثال بارش کی ہے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ اس کا اوّل حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ۔

مذکورہ بالا احادیث کی تائید قرآن مجید کی آیت ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ سے بھی ہوتی ہے۔یہاں اِس امر کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ مسیح ومہدی کوئی الگ الگ وجود نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں ایک ہی وجود کے دو صفاتی نام ہیں۔ابن ماجہ کی حدیث میں بھی یہ صاف طور پر لکھا ہے کہ لا المہدی الا عیسیٰ۔یعنی مہدی اور مسیح ایک ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

درحقیقت اسی مصلح کا نام مسیح موعود ہے کیونکہ جبکہ فتنہ کی بنیاد نصاریٰ کی طرف سے ہوگی اور خدا تعالیٰ کا بڑا مطلب یہ ہوگا کہ اُس کی صلیب کی شان کو توڑے،اس لئے جو شخص نصاریٰ کے دعوے کے لئے بھیجا گیا بوجہ رعایت حالت اُس قوم کے جو مخاطب ہے اُس کا نام مسیح اور عیسیٰ رکھا گیا۔اور دوسری حکمت اِس میں یہ ہے کہ جب نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو خدا بنایا اور اپنی مفتریات کو اُن کی طرف منسوب کیا اور ہزارہا مکاریوں کو زمین پر پھیلایا اور حضرت مسیح کی قدر کو حد سے زیادہ بڑھا دیا۔تو اُس زندہ اور وحید بے مثل کی غیرت نے چاہا کہ اِسی اُمت سے عیسیٰ بن مریم کے نام پر ایک بندہ کو بھیجے اور کرشمہ قدرت کا دکھلاوے تا ثابت ہو کہ بندوں کو خدا بنانا حماقت ہے وہ جس کو چاہتا ہے چُن لیتا ہے اور مشت خاک کو افلاک تک پہنچا سکتا ہے۔(شہادۃ القرآن صفحہ ۱۶ تا ۱۷)

اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ۔(زخرف ع ۶) قرآن کریم کی اِس آیت کے متعلق بھی مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ مسیح اور مہدی موعود سے متعلق ہیں۔مجاہد اور ضحاک اور قتادہ نے کہا یہاں مسیح موعود علیہ السلام مراد ہیں جن کا ظہور قرب قیامت کی علامت ہے۔(تفسیر فتح البیان جلد ۸ صفحہ ۳۱۱)۔نیز (روح المعانی جلد ۸ صفحہ ۲۶۔) علاوہ ازیں مقاتل بن سلیمان اور ان کے تابع مفسرین نے آیت مذکور کی تفسیر میں لکھا ہے هُوَ الْمَهْدِيُّ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ۔(بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۶۴) یعنی مراد مہدی ہیں۔جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونگے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (الصف ع ۱)۔قرآن کریم کی اس آیت کے متعلق بھی متقدمین نے لکھا ہے کہ مسیح ومہدی کے متعلق ہے۔ جیسے امام ابن جریر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

دین اسلام کا غلبہ تمام ادیان پر عیسیٰ بن مریم کے نزول کے وقت ہوگا۔(ابن جریر جلد ۲۸ صفحہ ۵۴)

مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید فرماتے ہیں:

وظاہر است کہ ابتدائے ظہور دین در زبان پیغمبر صلعم بوقوع آمدہ اتمام آں از دست حضرت مہدی واقعہ خواہد گردید (منصب امامت صفحہ ۵۶)

اسی طرح شیعہ کی مستند کتابوں میں لکھا ہے:۔

کہ مذکورہ آیت قائم ال محمد یعنی مہدی کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔اور وہی امام ہے جسے اللہ تعالیٰ تمام ادیان پر غلبہ دیگا۔(بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۲ و تفسیر صافی بحوالہ امام قمی)

اس مضمون کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباس پر ختم کیا جاتا ہے جس قدر اب تک ہم آیات قرآن کریم لکھ چکے ہیں اُن سے بخوبی ظاہر ہے کہ ضرور قرآن کریم میں یہ پیشگوئی موجود ہے کہ آخری زمانہ میں دین عیسوی دنیا میں بکثرت پھیل جائے گا اور وہ لوگ ارادہ کریں گے کہ تا دین اسلام کو روئے زمین پر سے مٹا دیں اور جہاں تک اُن کے لئے ممکن ہوگا اپنے دین کی بھلائی میں کوئی دقیقہ چھوڑ نہیں رکھیں گے تب خدا تعالیٰ دین اسلام کی نصرت کی طرف متوجہ ہوگا اور اُس فتنہ کے وقت دکھلائے گا کہ وہ کیونکر اپنے دین اور اپنے پاک کلام کا محافظ ہے۔تب اُس کی عادت اور سنت کے موافق ایک آسمانی روشنی نازل ہوگی اور ہر ایک سعید اُس روشنی کی طرف کھینچا جائے

گا۔ یہاں تک کہ تمام سعادت کے جگر پارے ایک ہی دین کے جھنڈے کے نیچے آجائیں گے۔

خداتعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرمادیا ہے کہ لڑائیوں اور مباحثات کے شور اٹھنے کے وقت میں نفخ صور ہوگا۔ تب سعید لوگ ایک مذہب پر جمع کئے جائیں گے اور پھر یہ بھی فرمادیا کہ تاریکی کے وقت میں رسولوں کو بھیجا جائے گا۔ اب اس سے اور کیا تصریح ہوگی کہ اللہ جل شانہ نے اوّل آخری زمانہ کی علامات یاجوج و ماجوج کا غلبہ یعنی روس اور انگریزوں کا تسلط بیان فرمایا۔ پھر دوسری علامت بہت سے فرقے پیدا ہوجانا قرار دیا، پھر تیسری علامت ان فرقوں کا آپس میں مباحثات کرنا اور موج کی طرح ایک دوسرے پر پڑنا بیان فرمایا۔ پھر چوتھی علامت ریل کا جاری ہونا پھر پانچویں علامت کتابوں اور اخبار کے شائع ہونے کے ذریعہ جیسے چھاپہ خانہ اور تار برقی پھر چھٹی علامت نہروں کا نکلنا اور پھر ساتویں علامت زمین کی آبادی اور کاشت کاری زیادہ ہوجانا اور پھر آٹھویں علامت پہاڑوں کا اڑایا جانا اور پھر نویں علامت تمام علوم وفنون جدیدہ کی ترقی ہونا پھر دسویں علامت گناہ اور تاریکی کا پھیلنا اور دنیا سے تقویٰ اور طہارت اور ایمانی نور اٹھ جانا پھر گیارھویں علامت دابۃ الارض کا ظہور میں آنا یعنی ایسے واعظوں کا بکثرت ہوجانا جن میں آسمانی نور ذرہ بھی نہیں اور صرف وہ زمین کے کیڑے ہیں اعمال ان کے دجال کے ساتھ ہیں اور زبانیں ان کی انسان کی سی ہیں پھر بارھویں علامت مسیح موعود کا پیدا ہونا ہے۔ (شہادت القرآن صفحہ ۲۴ و ۲۵)

غلط فہمی کا ازالہ

قرآن شریف کی آخری سورتوں میں جن زمینی اور آسمانی تغیرات کا ذکر ہے۔ غیر احمدی علماء کے نزدیک یہ سب علامات قیامت کے دن ظاہر ہونی ہیں۔ اور ان کا تعلق ظہور مہدی و مسیح سے نہیں ہے ان کا یہ خیال اور قرآن شریف کی آیات بیّنات کا ایسا مطلب ومعنی کرنا قرآن کریم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اگر ان آیات کے حسب ظاہر معنے کئے جائیں تو ایک فساد عظیم لازم آتا ہے۔ یعنی اگر ہم اس طور سے معنی کریں کہ کسی وقت باوجود قائم رہنے اس آبادی کے جو دنیا میں موجود ہے۔ ایسے سخت زلزلے زمین پر آئیں گے جو تمام زمین کے اوپر کا طبقہ نیچے اور نیچے کا اوپر ہوجائے گا تو یہ بالکل غیر ممکن اور ممتنعات میں سے ہے۔ آیت وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا) میں صاف لکھا ہے کہ انسان کہیں گے کہ زمین کو کیا ہوگیا پھر اگر حقیقتاً یہی بات سچ ہے زمین نہایت شدید زلزلوں کے ساتھ زیر وزبر ہوجائیگی تو انسان کہاں ہوگا۔ جو زمین سے سوال کرے گا۔ وہ تو پہلے ہی زلزلہ کے ساتھ زاویہ عدم میں مخفی ہوجائے گا علوم حسیہ کا تو کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا پس ایسے معنی کرنا جو بداہت باطل اور قرائن موجودہ کے مخالف ہوں گویا اسلام سے ہنسی کرنا اور مخالفین کو اعتراض کے لئے موقعہ دینا ہے۔ پس واقعی اور حقیقی معنی یہی ہیں جو ابھی ہم نے بیان کئے ہیں۔" (شہادۃ القرآن صفحہ ۱۹ صفحہ ۲۰)

جماعتیں ہفتہ قرآن مجید کا انعقاد کریں

جیسا کہ قبل ازیں جماعتوں کو اخبار بدر کے ذریعہ اطلاع ہوگئی ہے کہ ماہ جولائی کے پہلے ہفتہ (یکم جولائی تا سات جولائی) میں ہفتہ قرآن مجید کا انعقاد کریں۔ اس اعلان کے ذریعہ تمام جماعتوں کو یاد دہانی کروائی جاتی ہے کہ اپنی اپنی جماعت میں ہفتہ قرآن کا انعقاد کر کے رپورٹیں اخبار بدر میں بغرض اشاعت بھجوائیں۔ (ناظر تعلیم القرآن ووقف عارضی)

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خاکسار کی بیٹی عزیزہ خولہ اور عزیزم رافیل احمد ملک ابن مکرم اسد احمد صاحب ملک کو مورخہ ۲۴ نومبر ۲۰۰۵ کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نومولود کا نام جمیل احمد رکھا ہے جو خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین شمس کا پڑنواسہ اور مکرم ملک محمد عبداللہ صاحب کا پڑپوتا ہے۔ نومولود کی صحت وسلامتی والی لمبی عمر اور مخلص احمدی بننے کے لئے درخواست دعا ہے۔

تقریب شادی

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خاکسار کے بیٹے عزیز نصیر الدین شمس کا نکاح عزیزہ نعیمہ خان بنت مکرم زرتشت منیر احمد خان صاحب امیر جماعت احمدیہ ناروے کے ساتھ مسجد فضل لندن میں ۳۱ جنوری ۲۰۰۶ء کو آٹھ ہزار پونڈ حق مہر پر پڑھا اور رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی تقریب رخصتانہ ۱۸ مارچ ۲۰۰۶ کو اوسلو ناروے میں عمل میں آئی جسمیں کثیر تعداد میں احباب جماعت نے شرکت کی ۲۲ مارچ کو مسجد بیت الفتوح کے وسیع ہال میں دعوت ولیمہ کی گئی جس میں ازراہ شفقت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے شرکت کی اور دعا کروائی۔ عزیز نصیر الدین خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین شمس کا پوتا ہے۔ احباب کرام سے رشتہ کے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(منیر الدین شمس ایڈیشنل وکیل التصنیف مقیم انگلستان)

یار کی یاد میں شب جو کاٹی دن تھا وہ تو رات نہ تھی
اِک میں تھا اور یاد تھی اس کی دوسری کوئی ذات نہ تھی

بستی میں جب چاند وہ نکلا نور نہائی ساری رات
کس کا روزِ عید نہ تھا وہ رات شبِ بارات نہ تھی

فضلوں کا وہ مینہ برسا کہ روح تلک سب بھیگ گئے
دید کی دلہن مسکائی تھی کون کہے برسات نہ تھی

خوشیوں نے بے قابو ہو کر صحنِ دل میں رقص کیا
روح نے ذکر کے گھنگھرو باندھے اور تو کوئی بات نہ تھی

ہاتھ کو دیکر ہات میں اس کے جو عہد و پیمان کیا
اس سے بڑھ کر پاس ہمارے اور کوئی سوغات نہ تھی

دیکر بھیک ظفر کو امشب اس نے سرافراز ا ہے
یہ اس کا احسان ہے ورنہ اپنی تو اوقات نہ تھی

(مبارک احمد ظفر لندن)

ولادت

☆ خاکسار کے بھتیجے مکرم مولوی حلیم احمد صاحب مبلغ انچارج چھتیس گڑھ کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ ۲۵ مارچ کو بیٹے سے نوازا ہے جسکا نام سیدنا حضور انور ایدہ اللہ نے تسلیم احمد رکھتے ہوئے تحریک وقف نو میں شامل کیا ہے۔ نومولود مکرم منور احمد صاحب نائب صدر کیرنگ کا پوتا اور مکرم شیخ اسحاق صاحب کیرنگ کا نواسہ ہے اللہ تعالیٰ بچے کو صحت وسلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے اور سلسلہ احمدیہ کے لئے مفید وجود بنائے (مبارک احمد امروہی کیرنگ اڑیسہ)

☆ خاکسار کی بڑی بیٹی عزیزہ سلطانہ بیگم زوجہ عزیز اقبال احمد آف خوردہ اڑیسہ کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی عطا کی ہے بچی کی صحت وسلامتی درازی عمر، صالح خادم دین بننے کے لئے درخواست دعا ہے (محمد فاروق احمد کھڑگپور بنگال)

اعلان نکاح وتقریب رخصتانہ

مورخہ ۴-۱-۰۶ کو بعد نماز ظہر وعصر مسجد اقصیٰ قادیان میں مکرم مولانا محمد انعام صاحب غوری ناظر اصلاح وارشاد قادیان نے عزیز مکرم بلال احمد صاحب ابن مکرم فضل دین صاحب محروں موگا معلم وقف جدید بیرون کا نکاح عزیزہ شاہدہ پروین صاحبہ بنت مکرم محمد عباس ایوب صاحب بھاگلپور بہار کے ساتھ مبلغ -/25000 حق مہر پر پڑھا۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت اس موقعہ پر شرکت فرمائی اور دعا کی مورخہ ۲۶ اپریل کو بعد نماز مغرب وعشا تقریب رخصتی عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر جہت سے کامیاب اور بابرکت کرے اعانت بدر -/100 (انیس احمد خان سرکل انچارج تھراج موگا پنجاب)

☆ مورخہ ۴-۶-۰۶ کو مسجد مبارک قادیان میں بعد نماز عصر حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے عزیز وسیم احمد بٹ کا نکاح ہمراہ عزیزہ سمیرہ عاشی بنت مکرم فرید احمد صاحب امروہی حال مقیم قادیان کے ساتھ مبلغ -/20000 حق مہر پر پڑھا۔ رشتہ کے دونوں خاندانوں کے لئے ہر لحاظ سے بابرکت ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ اعانت -/100 (محمد ایوب بٹ درویش قادیان)

☆ مورخہ ۲۸-۵-۰۶ کو خاکسار کی بیٹی عزیزہ رضیہ سلطانہ کا نکاح عزیز ایم مظفر احمد صاحب ولد مکرم ایم منور احمد صاحب ساکن سورب کے ساتھ پچیس ہزار روپے حق مہر پر مکرم مولوی غلام عاصم الدین صاحب مبلغ بلسلہ شموگہ نے پڑھا اسی روز رخصتی عمل میں آئی اللہ تعالیٰ رشتہ کو ہر جہت سے جانبین کے لئے مبارک کرے۔ اعانت -/100 (عبدالرؤف شموگہ)

دعائے مغفرت

○ میری پھوپھی مکرمہ زینب حسن صاحبہ زوجہ مکرم شیخ محمود الحسن صاحب I.C.S مرحوم ۵ مارچ ۰۶ کو لاہور میں وفات پاگئیں انا للہ وانا الیہ راجعون اسی روز ربوہ میں انکی نماز جنازہ پڑھائی گئی اور تدفین بہشتی مقبرہ میں عمل میں آئی۔ انکی پیدائش ۱۹۱۵ء کی تھی بفضلہ تعالیٰ نوے سال سے زائد عمر پائی۔ پہلے وہ مشرقی پاکستان میں تھیں بعد میں لاہور منتقل ہوگئیں۔ مرحومہ نیک دعا گو بہت سی خوبیوں کی مالک محبت کرنے والی بزرگ خاتون تھیں اپنے والد حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب مرحوم سے بہت محبت تھی اور انکی سیرت کے بارہ میں کئی مضامین لکھے تھے جو اخبار الفضل میں شائع ہوئے۔ مرحومہ کی مغفرت بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ (صالح محمد الہ دین سکندر آباد)

بقیہ: اسلام اور قومی و بین الاقوامی سیاسی امن از صفحہ نمبر 9

یہ بنیادی اصول کہ آخری اور حقیقی اقتدار کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور وہی سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے قرآن کریم میں کئی طرح سے بیان ہوا ہے جس کی ایک مثال مذکورہ بالا آیت ہے۔

امور مملکت کی انجام دہی میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کا اظہار دو طرح سے ہوتا ہے۔

(الف) قانون شریعت جس کا ماٴخذ کلام الٰہی ہے۔ سنت رسول اللہ ﷺ اور مستند احادیث جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے بیان کیں۔ یہ تین ذرائع اپنے مرتبہ کے لحاظ سے اول درجہ پر ہیں اور ہر قسم کی قانون سازی کے لئے ضروری راہنمائی مہیا کرتے ہیں۔ کسی بھی جمہوری حکومت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن کریم، سنت رسول اللہ ﷺ اور احادیث مبارکہ میں مذکور احکام الٰہی میں کسی قسم کی مداخلت کرے۔

(ب) کوئی ایسی قانون سازی جائز نہیں ہوگی جو مذکورہ بالا اصول سے ٹکراتی ہو۔

بدقسمتی یہ ہے کہ مختلف اسلامی فرقے اس بات پر متفق نہیں ہو سکے کہ شریعت کے واضح اور دوٹوک قوانین کیا ہیں البتہ سب علماء اس پر متفق ہیں کہ قانون عطا کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر قرآنی وحی کے ذریعہ اپنے آخری فیصلہ کا اظہار فرما دیا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ایک مسلم مملکت کا نظم و نسق کس طریق پر چلایا جانا چاہئے۔ اس کے متعلق عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ روزمرہ کے انتظامی امور میں حکومت عوام کے نمائندہ کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے اظہار کا ایک ذریعہ بن جاتی ہے اور چونکہ حاکمیت ان معنوں میں عوام کی ہوتی ہے اور وہ اپنا اختیار انتخاب کے ذریعہ نمائندوں کو منتقل کر دیتے ہیں اس لئے ایسا نظام جمہوری ہے۔

مُلّائیت

نام نہاد ملّا عام مسلمانوں کے جدید جمہوری رجحانات سے صرف اس شرط پر متفق ہو سکتے ہیں کہ جمہوری فیصلوں کو شریعت کی بنیاد پر قبول یا رد کرنے کا آخری اختیار انہیں حاصل ہو۔ اس مطالبہ کو تسلیم کرنے کا بالفاظ دیگر مطلب یہ ہے کہ قانون سازی کا آخری اختیار اللہ تعالیٰ کو نہیں بلکہ ملّاؤں اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ ایسا زبردست اختیار جب ان مولویوں کو مل جائے گا جن میں ابھی تک اس بنیادی امر پر بھی اتفاق رائے نہیں کہ شریعت کیا ہے اور کیا نہیں تو ظاہر ہے کہ اس کے بڑے خوفناک نتائج نکلیں گے۔ اتنے بے شمار فقہی مسالک ہیں کہ کسی ایک مکتبہ فکر کے علماء بھی تمام شرعی احکامات پر متفق نہیں ہیں۔ مختلف شرعی احکامات میں اللہ تعالیٰ کی اصل منشا کیا ہے اس پر بھی مختلف ادوار میں علماء کا موقف تبدیل ہوتا رہا ہے۔ اس اعتبار سے آج عالم اسلام کو بڑے پیچیدہ مسائل کا سامنا ہے اور یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ اسلامی دنیا ابھی تک اپنی حقیقی شناخت کی تلاش میں ہے۔

مسلمان دانشوروں پر یہ حقیقت روز بروز آشکار ہوتی چلی جارہی ہے کہ اگر مولوی کسی ایک مطالبہ پر اکٹھے ہو سکتے ہیں تو وہ یہ ہے کہ کسی قسم کی نرمی اور رعایت کے بغیر جبراً شریعت کو نافذ کر دیا جائے۔ انقلاب ایران نے ان ممالک میں بھی ملّاؤں کی اس آتش شوق کو مزید بھڑکا دیا ہے جہاں سُنّی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر شیعہ رہنما جناب خمینی انقلاب برپا کر سکتے ہیں تو ہم کیوں کامیاب نہیں ہوں گے۔ لیکن ملّاں یہ نہیں جانتا کہ انقلاب کیا رنگ لائے گا اور اس کے کیا نتائج ہوں گے۔ وہ تو صرف اپنی جنت الحمقاء میں بس رہا ہے۔ دوسری طرف عوام ہیں جو عجیب مخمصوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات کو مانیں یا اپنے سیاسی معاملات کو خوف خدا سے عاری راہنماؤں کے سپرد کر دیں۔ ایک عام آدمی کے لئے اس سوال کا جواب تلاش کرنا بے حد مشکل ہے۔ وہ حیران و پریشان ہے کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ اکثر مسلمان ممالک کے عوام اسلام سے شدید محبت رکھتے ہیں۔ ان کی محبت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ناموس کی خاطر جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ بایں ہمہ ان حالات میں عام آدمی طرح طرح کی ذہنی الجھنوں میں مبتلا ہے اور بے چینی کا شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کے باوجود لوگوں کو ماضی کے وہ خونیں ادوار بھی رہ رہ کر یاد آتے ہیں جب یا تو حکومتیں مولویوں کی گرفت میں تھیں یا مولویوں کو حکومتیں اپنا آلہ کار بنا کر سیاسی مفاد حاصل کر رہی تھیں۔

مسلمان سیاست دان بھی گومگو کی ایک کیفیت میں مبتلا ہیں اور بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کو تو ملّاں کی حمایت اور سرپرستی کئے بغیر کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ ان کی خواہش دراصل یہ ہوتی ہے کہ انتخابات میں لوگ انہیں ملّاں کی بجائے مجاہد اسلام کے طور پر منتخب کریں اور ملّاں سے زیادہ انہیں شریعت کا سرپرست اور محافظ سمجھیں۔ ان کے زعم میں اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ زندگی نسبتاً سہولت سے بسر ہوگی کیونکہ سارے معاملات کلیۃً ان کے اپنے ہاتھوں میں رہیں گے جبکہ اگر جنت کے ٹھیکیداروں کو موقع مل گیا تو وہ کسی قسم کی کوئی نرمی اور رعایت روا نہیں رکھیں گے۔ کچھ دور اندیش اور محتاط سیاست دان خوب سمجھتے ہیں کہ یہ ایک خطرناک کھیل ہے مگر افسوس کہ ایسے سیاست دانوں کی تعداد روز بروز گھٹ رہی ہے۔ لگتا ہے کہ سیاست اور منافقت ایک طرف اور سچ اور دیانت دوسری طرف کھڑے ہیں اور ان کا ایک دوسرے سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بالعموم اہل دانش روز بروز جمہوریت کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ یہ لوگ اسلام سے محبت تو رکھتے ہیں لیکن ملّاں کی حکومت سے خائف ہیں۔ وہ ہرگز جمہوریت کو اسلام کا بدل نہیں سمجھتے بلکہ درحقیقت یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ قرآن ہی ہے جس نے جمہوریت کو ایک سیاسی فلسفہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ص وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

(سورۃ الشوریٰ آیت ۳۹)

ترجمہ۔ اور جو اپنے رب کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا امر باہمی مشورہ سے طے ہوتا ہے اور اس میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا خرچ کرتے ہیں۔

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ۔ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۶۰)

ترجمہ:۔ اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

مختلف گروہوں کے مابین اس رسہ کشی کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان جیسے نئے وجود میں آنے والے مسلمان ملک طرح طرح کی پیچیدگیوں اور تضادات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ رائے دہندگان ہرگز یہ پسند نہیں کرتے کہ اسمبلیوں میں مولوی ہی مولوی نظر آئیں۔ نفاذ شریعت کی تحریک زوروں پر ہو تو بھی بمشکل پانچ سے دس فیصد مولوی انتخابات میں کامیاب ہوتے ہیں لیکن ملّاں کی حمایت حاصل کرنے کے شوق میں نفاذ شریعت کا وعدہ کر کے سیاست دان ایک مصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ قانون ساز اسمبلیوں کے ذریعہ شریعت کا نفاذ اجتماع نقیضین کے مترادف ہے۔

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ قانون سازی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے (جس سے ایک مسلمان انکار نہیں کر سکتا) تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ قانون کی تعریف اور تفہیم کا حق صرف مولویوں اور فرقہ پرست علماء کو حاصل ہو جائے گا۔ اس صورتحال میں قانون ساز اداروں کا سارا عمل یکسر بے معنی اور بے مصرف ہو کر رہ جائے گا۔ آخر اراکین پارلیمنٹ کا کام صرف یہ تو نہیں کہ جہاں ملّاں انگلی رکھے آنکھیں بند کر کے دستخط کر دیا کریں۔ المیہ یہ ہے کہ نہ تو سیاست دانوں نے اور نہ ہی دانشمندوں نے کبھی سنجیدگی سے یہ سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کریم حقیقتاً کس طرز یا طرز ہائے حکومت کو پیش فرماتا ہے یا تسلیم کرتا ہے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

تحریک جدید کی عظمت کا تقاضہ

تحریک جدید کی عظمت و اہمیت سے متعلق بانی تحریک جدید سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس میں اخلاص سے حصہ لینے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے قرب کا مقام عطا فرمائے گا۔ (انیس سالہ کتاب صفحہ ۲۱)

تحریک جدید کو حاصل یہ امتیازی مقام ہر فرد جماعت سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ اس آفاقی تحریک کے مہتم بالشان اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے پورے دلی اخلاص اور جوش و خروش کے ساتھ دن رات کمربستہ رہے۔ جیسا کہ خود سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ نے ارشاد فرمایا ہے:

"میں جماعت کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ تحریک جدید تمہیں اس وقت تک کامیاب نہیں کر سکتی جب تک رات دن ایک کر کے کام نہ کرو۔ اپنی راتوں اور دنوں پر قبضہ نہ کر لو اور ایسی عادت نہ ڈال لو جس کام کو اختیار کرو اسی طرح کرو جس طرح ہمارے ملک میں کہتے ہیں تخت یا تختہ" (مطالبات صفحہ ۱۷۹)

اس جدوجہد میں بلاشبہ ہماری طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی جانے والی ہر وہ اعلیٰ اور معیاری قربانی بھی شامل ہے جس کی نسبت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعت کو یہ تلقین فرمائی ہے:

"تم اعلیٰ قربانیوں کے لئے تیار ہو جاؤ۔ محنت اور مشقت برداشت کرنے کی تم میں طاقت پیدا ہو مشکلات اور تکالیف برداشت کر سکو اور جب تمہارے پاس مال ہوگا تو اعلیٰ قربانی کے قابل ہو سکو گے دل کی قربانی سے مال مہیا نہیں ہو سکتا لیکن جب دل کی قربانی ہوگی اور تمہارے پاس مال بھی ہوگا تو اسے پیش کر سکو گے" (مطالبات صفحہ 24)

پس اب جبکہ تحریک جدید کے رواں سال کے اختتام پذیر ہونے میں صرف ایک سہ ماہی باقی رہ گئی ہے جملہ امراء و صدر صاحبان، سیکرٹریان مال تحریک جدید اور مبلغین و معلمین کرام سے درخواست ہے کہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے مذکورہ بالا ارشادات کی روشنی میں ابھی سے سال رواں کے وعدہ جات کی صد فیصد وصولی کے لئے اپنی مخلصانہ مساعی کو تیز کر دیں اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا مقام حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(وکیل المال تحریک جدید قادیان)

اے عزیزو سنو کہ بے قرآں
حق کو ملتا نہیں کبھی انساں
جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں
ان پہ اس یار کی نظر ہی نہیں

(کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

جماعت احمدیہ کیرنگ کا ۴۲واں جلسہ سالانہ

الحمدللہ جلسہ سالانہ کیرنگ مارچ ۱۹-۱۸ کو منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ اس جلسہ میں مرکز قادیان سے مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد ایڈیشنل ناظم وقف جدید بیرون، مکرم مولوی ظہیر احمد صاحب خادم ناظر دعوۃ الی اللہ بھارت، مکرم مولوی برہان احمد صاحب ظفر ناظر نشرو اشاعت نے شمولیت اختیار کر کے دوروزہ جلسہ کی رونق بنے۔ دوروزہ جلسہ چار نشستوں میں ہوا۔ جلسہ گاہ حاضرین سے بھرا رہا۔ مقامی احباب کے اسٹیج کے علاوہ عورتوں کے لئے جلسہ گاہ کا دوسری جگہ پر انتظام تھا۔ غیر مذاہب کے بعض معززین نے اپنے تاثرات بیان کئے جس میں انہوں نے بتایا کہ دنیا کے پردے میں جماعت احمدیہ واحد مسلم جماعت ہے جو پیشوایان مذاہب جلسہ کا انتظام کر کے تمام دنیا کو ایک کرنے کی دعوۃ دیتی ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو تمام دنیا کے لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔ جلسہ کی کوریج کے لئے M.T.A کی ٹیم بھی آئی ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام پروگرام ریکارڈ کئے۔ مکرم عطاالٰہی احسن غوری صاحب نے بڑی محنت سے کوریج کی۔ مقامی لوگوں کے علاوہ اڑیسہ کی مختلف جماعتوں سے آئے کثیر مہمانوں کے قیام طعام ورہائش کا انتظام بھی جماعت نے کیا۔ کچھ غیر احمدی دوست بھی جلسہ سننے کی غرض سے آئے تھے اللہ تعالیٰ نے ۱۱۲ اشخاص کو بیعت کرنے کی توفیق بخشی۔ بعض غیر احمدی علماء سے تبادلہ خیالات ہوا۔ جلسہ گاہ کو خوب مزین وروشن کیا گیا تھا۔ دووقت کا کھانا ایک وقت ناشتہ کے علاوہ چائے کا انتظام تمام مہمانوں کے لئے یکساں تھا۔

سیاسی راہنماؤں سے بھی تبادلہ خیالات ہوا۔ دوران جلسہ تربیت کا ایک خاص ماحول رہا۔ تہجد سے جلسہ شروع ہوا۔ نماز باجماعت کے علاوہ روزانہ بعد نماز فجر درس حدیث کا بھی انتظام کیا گیا تھا جلسہ کی کامیابی کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ لوگ تقریر کو خاموشی کے ساتھ سنتے۔ جلسہ سالانہ کیرنگ کے آخر میں صدارتی خطاب سے قبل محترم صدر صاحب جماعت احمدیہ کیرنگ نے جلسہ کو کامیاب بنانے والے تمام مردوعورتوں اور انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا۔ دوران جلسہ مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام بک سٹال لگایا گیا۔

پہلی نشست زیر صدارت محترم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد ایڈیشنل ناظم وقف جدید بیرون قادیان، منعقد ہوئی مولوی صاحب نے پہلے پرچم کشائی کی۔ تلاوت قرآن کریم مکرم مولوی شمس الحق خان صاحب نے کی۔ نظم اردو مکرم شیخ توفیق صاحب نے پڑھی صدر اجلاس کے افتتاحی خطاب کے بعد مکرم مولوی مقصود احمد صاحب مبلغ سلسلہ سونگڑہ نے بعنوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک پہلو۔ محترم مولانا ظہیر احمد صاحب خادم ناظر دعوۃ الی اللہ بھارت نے بعنوان احمدیت نے دنیا کو کیا دیا۔ محترم مولانا برہان احمد صاحب ظفر ناظر نشرو اشاعت نے بعنوان نظام وصیت اور اس کی اہمیت۔ مکرم مولوی عبدالحلیم صاحب مبلغ سلسلہ بسنہ نے بعنوان خلافت خامسہ اور جدید تحریکات عنوان پر تقریر کی دوران جلسہ نظم اور ترانہ پیش کیا گیا۔

دوسری نشست: زیر صدارت مکرم امیر صاحب صوبائی اڑیسہ منعقد ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم مکرم عتیق الرحمٰن صاحب معلم سلسلہ نے کی۔ مکرم شیخ قاسم صاحب کی نظم کے بعد مکرم مولوی جمال شریعت صاحب نے بعنوان نظام خلافت، مکرم مولوی مظفر احمد فضل صاحب نے بعنوان وقف نو اور ہماری ذمہ داری، مکرم مولوی شیخ علاؤالدین صاحب نے بعنوان سیرۃ صحابہ ازروئے مالی و جانی قربانی۔ محترم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد ایڈیشنل ناظم وقف جدید بیرون نے بعنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق۔ محترم مولوی برہان احمد صاحب ظفر نے بعنوان نظام جماعت اور اس کی اہمیت تقریر کی۔

دوسرے دن کی پہلی نشست: زیر صدارت مکرم مولانا برہان احمد صاحب ظفر ناظر نشرو اشاعت صبح ۱۰ بجے منعقد ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم مکرم عبدالرحمٰن صاحب نے کی نظم مکرم لقمان خان صاحب نے پڑھی بعدہ مکرم مولوی محمد معراج علی صاحب مبلغ سلسلہ بھدرک نے بعنوان بدرسومات اور اخلاقی برائیوں سے اجتناب۔ مکرم مولوی اسماعیل احمد خان مبلغ سلسلہ کیرنگ نے بعنوان آج کے دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی ضرورت اور اس کی اہمیت۔ محترم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد ایڈیشنل ناظم وقف جدید بیرون نے بعنوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رواداری اور غیروں سے حسن سلوک۔ اور محترم مولانا ظہیر احمد صاحب خادم ناظر دعوۃ الی اللہ بھارت نے تقریر کی۔

اختتامی اجلاس: مکرم مولانا ظہیر احمد صاحب خادم ناظر دعوۃ الی اللہ بھارت کی زیر صدارت ہوا۔ تلاوت قرآن کریم۔ مکرم مولوی مظفر احمد صاحب فضلنے کی۔ نظم مکرم اسرائیل خان صاحب نے پڑھی بعدہ مکرم مولوی شمس الحق خان صاحب معلم وقف جدید۔ مکرم مولوی عطاالٰہی احسن غوری صاحب نے بعنوان M.T.A کے فوائد۔ مکرم مولانا برہان احمد صاحب ظفر ناظر نشرو اشاعت۔ مکرم مولانا محمد کریم الدین صاحب شاہد ایڈیشنل ناظم وقف جدید بیرون نے تقریر کی شکریہ احباب مکرم شیخ ابراہیم صاحب صدر جماعت احمدیہ کیرنگ نے ادا کیا اور دعا کے ساتھ جلسہ ختم ہوا۔ (محمد اسماعیل خان مبلغ سلسلہ)

ریفریشر کلاس برائے معلمین سرکل ورنگل کریم نگر نظام آباد، نلگنڈہ صوبہ آندھرا

مورخہ ۲۸ فروری ۲۰۰۶ء تا مورخہ ۴ مارچ ۲۰۰۶ء پنج روزہ ریفریشر کلاس برائے معلمین کنڈور ضلع ورنگل میں منعقد ہوئی۔ ہر روز کلاسز کی شروعات نماز تہجد سے ہوئی۔ نماز فجر کے بعد درس القرآن، اجتماعی تلاوت نماز عصر کے بعد درس ملفوظات سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نماز مغرب کے بعد درس حدیث باقاعدہ ہوتا رہا۔ معلمین کے مقابلہ تقاریر فی البدیہہ، مقابلہ حسن قرأت، مقابلہ کوئز، مقابلہ پرچہ دینی معلومات (از قرآن کریم، تاریخ اسلام، تاریخ احمدیت) مقابلہ پیغام رسانی، مقابلہ پرچہ ذہانت (ماخوذ از خطبہ جمعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۳ر دسمبر ۲۰۰۴ء) نیز ورزشی مقابلہ جات بھی کروائے گئے۔ بروز جمعۃ المبارک معلمین واحباب جماعت کنڈور نے مقامی قبرستان میں ایک مثالی وقار عمل بھی اڑھائی گھنٹے تک کیا۔ بعد دوپہر ایک خصوصی اجلاس زیر صدارت مکرم مولوی پی ایم رشید صاحب مبلغ سلسلہ سکندر آباد ہوا۔ جس میں محترم مولوی مقصود احمد بھٹی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زریں نصائح برائے مبلغین پڑھ کر سنائیں۔ صدر اجلاس نے حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان کا پیغام بنام معلمین سنایا۔ جس میں آپ نے معلمین کو نماز تہجد کی خاص ہدایت فرمائی تھی۔ اجلاسات میں مکرم شبیر احمد یعقوب صاحب سرکل انچارج نلگنڈہ، مکرم محمد اقبال صاحب کنڈوری سرکل انچارج نظام آباد مکرم سراج احمد صاحب نائب سرکل انچارج ورنگل نے معلمین سے خطاب کیا۔ شام ساڑھے چھ بجے احمدیہ مسجد کونڈور میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ بذریعہ ایم ٹی اے سنا اور اس کا خلاصہ نکالا۔ مورخہ ۴ر مارچ ۰۶ء کو صبح ایک مجلس سوال و جواب ہوئی۔ جس میں مکرم مولوی مقصود احمد صاحب بھٹی اور مکرم مولوی پی ایم رشید صاحب نے معلمین کے سوالات کا جواب دیا۔ اس کلاس میں دو مذاکرات بعنوان وفات مسیح اور اجراء نبوت منعقد کئے۔ نیز معلمین کو روزمرہ امور کی معلومات و مسائل ذہن نشین کرائے۔ قبل اختتامی اجلاس ایک مجلس منعقد کر کے معلمین سے کلاس کے متعلق تاثرات سنے گئے۔

اختتامی اجلاس مکرم ومحترم مولانا جلال الدین صاحب نیر ناظر بیت المال آمد کی صدارت میں ہوا۔ مولانا صاحب موصوف نے اپنی تقریر میں معلمین سے اپنے اپنے گاؤں میں مالی نظام مستحکم کرنے کی ہدایت فرمائی۔ نیز ہر ایک معلم سے ان کے گاؤں کا الگ الگ جائزہ بھی لیا۔ بعد اس کے آپ نے مقابلہ جات میں اوّل دوم اور سوم آنے والے معلمین کو انعامات بھی تقسیم کئے۔ اجتماعی دعا کے ساتھ کلاس اختتام پذیر ہوئی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔ اس کلاس کی ایک خصوصیت یہ رہی کہ تمام علمی مقابلہ جات قرعہ کے ذریعہ کروائے تھے اس طرح معلمین کو یہ نہیں پتہ ہوتا تھا کہ ان کی باری کب اور کس پروگرام کو پیش کرنے کے لئے آئے گی۔ سو یہ کلاس معلمین کے لئے ہر امر کے لئے ہر دم تیار رہنے کی ایک مشق تھی۔ اللہ تعالیٰ ہماری حقیر کوشش کو نتیجہ خیز بنائے نیز مثمر بثمرات حسنہ سے نوازے۔

(ایچ ناصر الدین مبلغ سلسلہ ورنگل)

شموگہ میں بک اسٹال و تربیتی کلاسز

الحمدللہ اس ماہ B.H روڈ پر بک اسٹال لگایا گیا۔ جس میں خدام واطفال انصار نے جوش وخروش کے ساتھ حصہ لیا۔ موسم گرما کی تعطیلات کے پیش نظر مورخہ ۱ر اپریل ۰۶ء سے ۱۵ر اپریل ۰۶ء تک خدام واطفال کی تعلیمی کلاسز کا اہتمام کیا گیا۔ ان کلاسز میں خدام واطفال نے پُر جوش انداز میں حصہ لیا۔ اطفال خدام کو قرآن مجید اور دینی معلومات کے علاوہ اردو سکھایا گیا۔ صبح ۹ بجے تا بعد نماز ظہر کلاسز لگیں۔ علمی پروگرام کے علاوہ ورزشی پروگرام کا بھی اہتمام کیا گیا اطفال وخدام کو مفید کھیل کھلائے گئے

(غلام عاصم الدین مبلغ سلسلہ)

وڈکرہ میں بک سٹال

۱۵ر مارچ سے ۱۰ر مئی تک وڈکرہ کیرلہ کی ایک نمائش میں جماعت احمدیہ وڈکرہ نے خاکسار کی نگرانی میں تبلیغی بک سٹال لگایا۔ بک سٹال شام کو ۳ بجے سے لیکر ساڑھے نو بجے تک لگا۔ بک سٹال میں کتابیں بیچنے کے علاوہ مفت لٹریچر دیا گیا اور تبلیغی سلسلہ بھی جاری رہا بعض دوست مسجد میں آکر تبادلہ خیالات کرتے رہے اس کے علاوہ بڑے بڑے فلیکس بورڈس میں جماعتی تعارف آویزاں تھا جسے لوگ پڑھتے۔ بک سٹال میں قرآن مجید کا ملیالم ترجمہ ۶۰ سے زائد، اسلامی اصول کی فلاسفی ۸۰۔ نبیوں کا سردار ۵۰ کے قریب اور دعاؤں کی کتابیں تقریباً ۱۰۰ اور وفات مسیح۔ مسیح ہندوستان میں۔ ظہور امام مہدی۔ النبوت فی القرآن وغیرہ کتابیں۔ ۱۷۰۰۰ روپے کے قریب فروخت ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری مساعی کو قبول فرمائے اور جلد از جلد لوگوں کی ہدایت کے سامان فرمائے۔

(ٹی جمشید معلم وقف جدید بیرون)

الیس اللہ بکاف عبدہٗ

نونیت جیولرز
NAVNEET JEWELLERS
Manufacturers of All Kinds of Gold and Silver Ornaments
الیس اللہ بکاف عبدہٗ کی دیدہ زیب انگوٹھیاں اور لاکٹ وغیرہ
احمدی احباب کیلئے خاص

خالص سونے اور چاندی کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

Main Bazar Qadian (Gsp) Punjab (Ph. 01872-220489, (R) 220233

ناروے میں وصیت سیمینار

جماعت احمدیہ ناروے نے ۴؍دسمبر ۰۵ء بروز اتوار شام ۴ بجے ایک وصیت سیمینار منعقد کیا۔ سیمینار کا آغاز سورۃ الکہف کی تلاوت سے ہوا جو مکرم بشارت احمد صابر صاحب نے کی اور آیات قرآنی کا اردو اور نارویجن ترجمہ بھی پیش کیا مکرم عبدالمنعم ناصر صاحب نے درثمین سے نظم کے چند اشعار پیش کئے۔ بعدہ سیکرٹری صاحب وصایا مکرم خواجہ عبدالمومن صاحب نے نظام وصیت کی اہمیت اور برکات کے متعلق سامعین کو بتایا اور ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اپنی تقریر کو مزین کیا۔ آپ نے ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام درباره بہشتی مقبرہ پڑھ کر سنائے اور اس میں دفن ہونے والوں پر انعامات کا تذکرہ فرمایا آپ نے خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اقتباسات بھی پیش کئے اور حضور کی خواہش بر موقعہ خلافت جوبلی بھی پیش کی۔ آپ نے سامعین کو پرزور تحریک کی کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نظام وصیت میں جلد شامل ہونے کی سعادت حاصل کرنی چاہئے۔ سیکریٹری صاحب موصوف نے حضور کے خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ناروے کا اقتباس بھی پیش فرمایا۔ سیمینار میں نظام وصیت سے متعلق ایک ڈاکومنٹری دکھائی گئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شہرہ آفاق نظم:

اک نہ اک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے ☆ چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

سکرین پر سنوائی گئی۔ سیمنار کا تسلسل دل پر اثر کرنے والی تقاریر اور ڈاکومنٹری مناظر سے آگے بڑھتا گیا۔ عزیزم ایاز احمد زرتشت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم ترنم سے پیش کی۔ مکرم چوہدری شاہد محمود کاہلوں مربی سلسلہ نے اپنی تقریر میں نظام وصیت کے اغراض و مقاصد بیان کیں۔ آپنے فرمایا کہ انبیاء کی بعثت کی دو اغراض ہوتی ہیں وہ منذرین اور مبشرین بن کر آتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اجتماعی اور انفرادی عذاب کی پیش خبریاں فرمائیں تھیں اور اپنے ماننے والوں کے لئے خوش خبریاں بھی دیں اور انکے سامنے ایک زندہ خدا پیش کیا۔ آج چشم فلک نے یہ نظارہ دیکھا کہ بحر و بر دونوں ہی غضبناک نظارے پیش کر رہے ہیں۔ جو بنی نوع انسان کے لئے خزانے اگلنے والی زمین تھی، جس سے خدا تعالیٰ انسان کے لئے ثمرات اور رزق مہیا فرماتا ہے آج وہ انسانوں کو نگلنے کے درپے ہے وہی پانی جو احیائے انسانی کی علامت ہے آج طول و عرض میں سونامی کی شکل میں طوفان نوح کا منظر پیش کر رہا ہے گویا حضورؑ کا ارشاد بڑی شان سے پورا ہو رہا ہے لہذا آپ کا اپنی طرف بلانا حفاظت کی ضمانت ہے۔

مکرم مربی صاحب نے یورپ میں پیدا ہونے والوں کے لئے سادہ اور سلیس زبان کا استعمال کیا تاکہ نظام وصیت میں ایک موصی اور موصیہ کی ذمہ داریاں واضح ہو جائیں۔ آپنے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش نظر اس جماعت کو متقی بنانا اصل غرض تھی۔

آپ نے فرمایا کہ وصیت کرنا ایک روحانی تجارت کا سودا ہے جس میں خسارے کا خانہ ہی موجود نہیں اور یہ سودا نفع بخش ہے آپ نے رسالہ الوصیت کا تعارف پیش فرمایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا بھی پڑھ کر سنائی۔

بعد ازاں نارویجن سلائڈز رواں کومنٹری کے ساتھ پردۂ سکرین پر دکھائی گئیں۔ سوال و جواب کے لئے وقفہ میں نظام وصیت میں شامل ہونے والوں کے سوالات درباره چندہ آمد و چندہ حصہ جائیداد کے جوابات دیئے گئے اور بہت سے پنہاں گوشے عیاں ہوئے اور احباب جماعت کے علم میں اضافہ ہوا۔

آخر پر مکرم زرتشت منیر احمد خان صاحب امیر جماعت نے بھی وصیت کی غرض و غایت بیان فرمائی اور رسالہ الوصیت کا اختصار کے ساتھ تعارف کرایا۔ آپ نے سامعین سے اپیل کی کہ حضور انور کے ارشاد کی تعمیل میں ہمیں فی الفور سمعنا و اطعنا کہتے ہوئے نظام وصیت میں شامل ہونا چاہئے اور متقی بننے کی راہ پر گامزن ہو جانا چاہئے آپ نے فرمایا کہ الوصیت دنیا پر اتمام حجت کے طور پر ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر اعلان فرمایا۔ مکرم امیر صاحب نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منشاء تھا کہ جو نیک فطرت ہوں وہ توحید کی طرف کھنچے چلے آئیں آپنے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خواہش کہ خلافت جوبلی ۲۰۰۸ء کے موقعہ پر چندہ دہندگان کی نصف تعداد نظام وصیت میں شامل ہو جائے کا تذکرہ بھی فرمایا۔ سیمنار بہت کامیاب رہا اور احباب جماعت کی روحانی تربیت کا باعث بنا۔

موقعہ کی مناسبت سے مکرم امیر صاحب نے مسجد بیت النصر کے منصوبہ کا ذکر بھی فرمایا اور احباب جماعت کو معیاری قربانی کی طرف توجہ دلائی۔ آپنے ذیلی تنظیموں کو بھی فرمایا کہ وہ بھی وعدہ جات اور ادائیگیوں میں آگے بڑھیں اور فاستبقوا الخیرات پر عمل کریں آپنے چندہ جات تحریک جدید و وقف جدید کے فرق کو بھی واضح کیا اجلاس دعا کے ساتھ ۷ بجے ختم ہوا۔ آخر میں احباب کو کھانا پیش کیا گیا۔ حاضری ۲۵۰ کے قریب تھی۔ سیمنار نہایت کامیابی سے ختم ہوا۔

(چوہدری افتخار حسین اظہر جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ ناروے)

مجاہدین تحریک جدید کے لئے روز ازل سے مقدر امتیازی انعامات

سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی اولوالعزمی اور خداداد فہم و فراست کی آئینہ دار آپ کی انقلابی تحریک ”تحریک جدید“ کو جماعت کی تمام طوعی تحریکات میں کئی اعتبار سے ایک منفرد اور ممتاز مقام حاصل ہے مثلاً:

☆ تحریک جدید کا دائرہ کار زمین کے کناروں تک ممتد ہے اور اس کے اجراء کا اہم ترین بنیادی مقصد ساری دنیا میں خدا تعالیٰ کی روحانی بادشاہت کا قیام ہے۔

☆ تحریک جدید عالمی سطح پر تربیت و اصلاح اور دعوت الی اللہ کے دو عظیم جہادوں کا مجموعہ ہے۔

☆ تحریک جدید ہی کی بدولت جماعت احمدیہ کو تمام فرقہ ہائے اسلامیہ کے بالمقابل اکناف عالم میں پیغام حق پہنچانے کا امتیازی مقام حاصل ہوا ہے۔ (المصلح ۱۳ جنوری ۱۹۵۴ء)

☆ تحریک جدید کے جہاد کبیر میں شمولیت قرب الہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ (۱۹ سالہ کتاب صفحہ-۲۱)

☆ تحریک جدید میں اسلام کے عالمگیر روحانی غلبہ اور بادشاہت کے قیام کی خوشخبری دی گئی ہے۔
(مطالبات صفحہ-۱۷۹)

☆ تحریک جدید میں پیش کی جانے والی ہر قربانی صدقہ جاریہ کے ثواب کی حامل ہے۔ (۱۹ سالہ کتاب صفحہ-۳۱)

☆ تحریک جدید بروز قیامت سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی رفاقت کی ضامن ہے۔
(حیات قدسی حصہ پنجم)

☆ تحریک جدید اپنے مجاہدین کو بدری صحابہ کے ثواب کا مستحق بناتی ہے۔ (مطالبات صفحہ-۱۴)

☆ تحریک جدید احمدیوں کی موعود سرزمین میں کامیابی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ (پانچ ہزاری کتاب صفحہ-۵۱)

☆ تحریک جدید میں پیش کی جانے والی اموال و نفوس کی اعلیٰ قربانی سے آخرت کے سنورنے اور قادیان کی واپسی کی نوید ہے۔ (حیات قدسی حصہ پنجم)

☆ تحریک جدید نظام وصیت کے لئے بطور ارہاص (ہراول دستہ) ہونے کی وجہ سے اس بابرکت آسمانی نظام کو وسیع تر کرنے کا ذریعہ ہے۔ (نظام نو صفحہ-۱۳)

☆ تحریک جدید دنیا بھر میں نظام نو کے قیام کے لئے ایلیائی کا مقام رکھتی ہے۔ (نظام نو صفحہ-۱۳)

☆ تحریک جدید کے جہاد کبیر میں شمولیت کو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ہر فرد جماعت کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔ (الفضل ۱۳ جولائی ۱۹۵۷ء)

☆ تحریک جدید کی عظمت کے ضمن میں حضرت مصلح موعودؓ نے خدا تعالیٰ کی قسم کھائی ہے۔
(تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۵۴ء)

☆ تحریک جدید کے لئے خدا تعالیٰ کے در کے فقیر بننے کی بھی تلقین فرمائی گئی ہے۔ (مطالبات صفحہ-۱۸۱)

☆ تحریک جدید کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جماعت کے تمام طوعی چندوں کی ماں کی حیثیت دی ہے اور چندہ عام کے بعد چندہ تحریک جدید کو سب سے اہم اور ضروری چندہ قرار دیا ہے۔ (خطبہ جمعہ ۲۵؍اکتوبر ۱۹۸۵ء)

یہ اور ان جیسے بہت سے دوسرے اہم امتیازات کی بناء پر ہی سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے مجاہدین تحریک جدید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والے ان گراں بہا آسمانی انعامات کی بشارت عطا فرمائی ہے کہ:

”یاد رکھو تحریک جدید خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لئے وہ اسے ضرور ترقی دے گا اور اس کی راہ میں جو روکیں حائل ہوں گی ان کو بھی دور کر دے گا۔ اور اگر زمین سے اس کے سامان پیدا نہ ہوں گے تو آسمان سے خدا تعالیٰ اس کو برکت دے گا۔ پس مبارک ہیں وہ جو بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیتے ہیں کیونکہ ان کا نام ادب و احترام سے اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے دربار میں یہ لوگ خاص عزت پائیں گے کیونکہ انہوں نے خود تکلیف اٹھا کر دین کی مضبوطی کے لئے کوشش کی اور انکی اولادوں کا خدا تعالیٰ خود متکفل ہوگا اور آسمانی نور انکے سینوں سے ابل کر نکلتا رہے گا۔ اور دنیا کو روشن کرتا رہے گا۔“ (۱۹ سالہ کتاب صفحہ-۱۴)

خدا تعالیٰ ہم سب کو اس خوش نصیب زمرہ میں شامل ہو کر مجاہدین تحریک جدید کے لئے روز ازل سے مقدر تمام گراں بہا آسمانی انعامات سے وافر حصہ پانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(خورشید احمد انور وکیل المال تحریک جدید انجمن احمدیہ قادیان)

جماعت احمدیہ فرانس کے زیر اہتمام

بین المذاہب کانفرنس کا بابرکت انعقاد

(رپورٹ :سیکرٹری جنرل جماعت احمدیہ فرانس)

جماعت احمدیہ فرانس نے بروز اتوار مورخہ 29 جنوری 2006ء کو بیت السلام سال پری (Saint Prix) (پیرس کے قریب ایک قصبہ جہاں جماعت احمدیہ فرانس کا مرکز ہے) میں مذاہب عالم کی ایک کانفرنس کا اہتمام کیا جس میں اسلام اور عیسائیت نیز یہودیت اور سکھ مذہب کے نمائندگان نے شرکت کی اسی طرح سال پری (Saint Prix) شہر کے میئر صاحب اپنے دو نمائندگان کے ساتھ شامل ہوئے۔ اس کانفرنس میں پندرہ مختلف قوموں کے ۲۰ افراد شامل ہوئے۔

مکرم ومحترم امیر جماعت احمدیہ فرانس اشفاق احمد ربانی صاحب کی زیر صدارت پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جو مکرم فہیم احمد نیاز صاحب نے کی اور اس کا فرنچ ترجمہ مکرم سعید عدوی صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ فرانس نے پیش کیا۔ اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے اس کانفرنس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جماعت احمدیہ پوری دنیا میں ”امن“ کی علمبردار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ”محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں“ ہمارا اولین مطمح نظر ہے۔ اسی حوالہ سے آج دنیا بھر کو امن کی دعوت دینے کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ یہ بات ہمارے لئے باعث فخر ہے کہ جماعت احمدیہ امن کی سو سال سے زائد تاریخ رکھتی ہے۔

اپنے تعارفی خطاب کے بعد مکرم امیر صاحب نے سال پری (Saint Prix) کے میئر صاحب کو خطاب کی دعوت دی۔

میئر صاحب نے اپنے خطاب میں کانفرنس میں شمولیت کی دعوت پر امیر صاحب کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ سال پری میں پہلی بار اس قسم کی کانفرنس کا انعقاد ہو رہا ہے۔ اور ہمیں اس پر فخر ہے کے اس قدر اہمیت کی حامل کانفرنس سال پری میں منعقد ہو رہی ہے۔

اس کے بعد مکرم عمر صاحب (سیکرٹری تبلیغ) نے تمام مہمانوں کا تعارف کرایا اور باری باری مہمانوں کو خطاب کیلئے دعوت دی۔ سب سے پہلے یہودیت کے نمائندہ Paris 19 کے راہب جناب بردا صاحب نے اپنا خطاب شروع کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور کہا کے ان کے لئے یہ بڑا اعزاز ہے کہ انہیں اس کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی گئی اور میرے لئے یہ امر باعث فخر ہے کہ مجھے بائبل اور طالمود سے اس اہم مجلس میں امن کے بارہ میں چند حوالہ جات پیش کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ حضرت داؤدؑ کا دور انتہائی پرامن دور تھا ان کے دور حکومت میں کبھی بھی جنگ نہیں ہوئی۔ انہوں نے امن اور پیار و محبت بڑھانے کے لیے اپنے پڑوسی کے ساتھ ہمیشہ اچھے تعلقات بڑھانے کی تعلیم دی۔ یہودی راہب نے اپنے خطاب کے دوران ایک محاورہ پیش کیا کہ ”آج کا کام کل پر نہ ڈالو“ اور کہا کہ انسان اس دنیا میں کتنی دیر رہتا ہے۔ یعنی گزرا ہو وقت گزر گیا ہے اور آنے والا وقت کسی نے نہیں دیکھا۔ سب سے اہم وقت حال کے لمحات ہی ہیں اس لئے اگر ہم اپنے بچوں کو امن دینا چاہتے ہیں تو ہمیں ابھی سے امن کی دنیا کی تعمیر شروع کرنی چاہئے اور سب سے پہلے دوسروں کی طرف دیکھنے کے بجائے اپنے گھر سے اس کا آغاز کرنا چاہئے۔

بدھ مت کے نمائندہ مکرم Madalagama Venerable نے بھی سب سے پہلے اس کانفرنس میں شمولیت کی دعوت پر صدر مجلس کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اس قدر اہم کانفرس منعقد کی ہے کیونکہ دنیا میں امن وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ بدھ مت کی تعلیم سے امن کے بارہ میں چند حوالہ جات پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بدھ ازم میں امن کو ”شانتی“ کہتے ہیں اور جب انسان خود امن میں ہو تو دوسروں کو امن دے سکتا ہے۔ آخر پر اپنی مذہبی کتاب سے ایک حوالہ پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ترویج امن کا ایک ہی قانون ہے کہ نفرت کے خلاف کوشش کی جائے یعنی کسی سے نفرت نہیں ہونی چاہئے۔

اس موقعہ پر جماعت کی نمائندگی کرتے ہوئے مربی سلسلہ مکرم ومحترم حافظ احسان سکندر صاحب نے ”اسلام امن کا مذہب“ کے موضوع پر بڑی عمدہ تقریر کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ اسلام کی تعلیم کو صحیح طور پر سمجھا نہیں گیا خاص طور پر آجکل جہاد کے بارہ میں اسلامی تعلیم کو غلط رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اسلام امن کا مذہب ہے اور اسلام کے معنی ہی امن کے ہیں، سچا مسلمان وہی ہے جو خود امن میں رہتا ہے اور دوسروں کو امن کی تعلیم دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ کہ دین میں جبر نہیں۔ اسلام دوسرے مذاہب کی عزت اور احترام کا درس دیتا ہے۔ جہاد کے بارہ میں وضاحت کرتے ہوئے مربی صاحب نے فرمایا کہ اصل جہاد اپنے نفس کی اصلاح کا جہاد ہے اور ہمارے آقاو مولیٰ آنحضور ﷺ نے اسے جہاد اکبر قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ امن صرف حکومتوں کے درمیان نہیں ہوتا بلکہ اس کا آغاز ہمارے گھروں سے ہونا چاہئے۔ امن کبھی ممکن نہیں جب تک معاشرہ میں ہر سطح پر انصاف کے تقاضوں کو پورا نہ کیا جائے۔

سال پری سے کیتھولک چرچ کے پادری جناب M.Yves Masson صاحب نے اپنے خطاب کے دوران کہا کہ سب مذاہب میں ایک قدر مشترک ہے اور وہ یہ کہ ہمارا خدا ایک ہے گو اس تک جانے کے راستوں میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ انہوں نے انجیل سے Saint-Paul کا حوالہ پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ ”آپ اپنے بھائی سے محبت سے رہیں“

Goussain ville سے Protestant پادری جناب M.Mbou Makita Sostaine نے کہا بے شک ہم امن کے قیام کے بارے میں بات کرنے والے پہلے نہیں ہیں لیکن مجھے امید ہے کہ ہم آخری بھی نہیں ہیں۔ انہوں نے بائبل سے Saint-Paul کا حوالہ پیش کیا کہ جب تک ہم نفرت کو اپنے دل سے دور نہیں کریں گے تب تک ہم امن قائم نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک مذاہب آپس میں امن قائم نہیں کریں گے وہ دوسروں کو اسکی تعلیم کیسے دے سکتے ہیں۔

سکھ مذہب کے جناب قدرت سنگھ صاحب نے کہا کہ ہم ایسی دنیا میں رہ رہے ہیں جہاں ہمیں امن کی بہت ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا سکھ کے معنی ہیں خدمت کرنے والا۔ جو اپنے نفس کو پہچان سکے۔ انہوں نے کہا کہ انسانیت کی خدمت کے مختلف راستے ہیں مگر انسانیت ایک ہے۔ آخر پر انہوں نے بابا گرونانک صاحب کا ایک فرمان بیان کیا کہ ”جیو اور جینے دو“

مکرم ومحترم امیر صاحب فرانس اشفاق احمد ربانی صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں اسلامی تعلیمات کی شائستگی اور جماعتی روایات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا جہاں حقوق اہم ہیں وہاں حقیقی امن کے قیام کے لئے فرائض کی ادائیگی کو بھی مدنظر رکھنے کا حکم ہے۔ اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ فرائض کی ادائیگی بھی احسن طریق پر کی جائے۔ جس ملک میں ہم رہ رہے ہیں اسنے ہمیں بہت سی سہولتیں دے رکھی ہیں۔ ہمیں چاہیے کے اس ملک کے قانون کا بھی پورا پورا احترام کریں۔

سال پری (Saint Prix) کے میئر صاحب نے مکرم ومحترم امیر صاحب کے خطاب کو بہت سراہا۔ اخبار Le Parisien کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا: مجھے فخر ہے کہ جماعت احمدیہ کا ہیڈ آفس Saint prix میں ہے۔ اس چھوٹے سے شہر میں اتنی عظیم کانفرنس کا انعقاد کر کے انہوں نے ہمارے شہر کی عزت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

اس موقع پر فرانس میں یہودیوں کے مرکزی راہب نے اپنے پیغام میں لکھا میں پچھلے 30 سال سے کوشش کر رہا ہوں کہ مذاہب کا اس طرح سے آپس میں تبادلہ خیال ہو۔ آج میری خوشی کی انتہا ہے کہ ایک ور تنظیم اسی مقصود کو لئے سال پری (Saint Prix) میں جنم لے رہی ہے۔ جو محبت کے کبھی ختم نہ ہونے والے جذبات اور انصاف کے ساتھ امن چاہنے والے لوگوں کو اکٹھا کرنے والی ہے۔

❀❀❀❀❀❀

بادام۔نئی تحقیق

بادام میں دو اہم کیمیائی مادے ہوتے ہیں، ایک بادام کے اندر اور دوسرا مغز کے اوپر کے باریک چھلکے میں۔ یہ دونوں اجزا مل کر بادام میں یہ تاثیر پیدا کر دیتے ہیں کہ اس کا کھانے والا امراض قلب سے محفوظ رہتا ہے لہٰذا اب معالج یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ شریانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے روزانہ کچے یا خشک یا بھنے ہوئے بادام کھائے جائیں۔

اس تحقیق سے تعلق رکھنے والے ایک ماہر نے بتایا کہ بادام میں موجود ان دونوں کیمیائی اجزا کے باہمی عمل اور ردعمل سے جسم کو یہ ترغیب ملتی ہے کہ وہ کولیسٹرول کو نسبتاً زیادہ نقصان دہ کیمیائی مادوں میں تبدیل ہونے سے روک دے۔ مانع تکسید اجزا ہماری رگوں اور شریانوں میں خطرناک سوزش کو روکتے ہیں اور اس طرح ہم شریانوں کی تنگی کے مرض سے بچے رہتے ہیں۔ ایسا ہی ایک مانع تکسید عنصر وٹامن ای ہے جو بادام کی گری میں پایا جاتا ہے اور اس کے چھلکے میں مانع تکسید عنصر کی ایک قسم پولی فینولکس (Polyphenolics) خوب ہوتی ہے۔ تجربوں سے پتا چلا ہے کہ جب کولیسٹرول کے ساتھ ان مانع تکسید عناصر کو ملایا گیا تو انہوں نے کولیسٹرول کو مزید نقصان دہ مرکبات میں تبدیل ہونے سے باز رکھا۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ ان دونوں عناصر کے علیحدہ علیحدہ اثر سے وہ اثر بہت زیادہ تھا جو ان دونوں کو ملا کر پیدا ہوا یعنی ان دونوں نے مل کر زیادہ قوت کے ساتھ کولیسٹرول کو نسبتاً زیادہ نقصان دہ مرکب میں تبدیل ہونے سے روکا۔

جب یہ تجربہ انسانوں پر دہرایا گیا تو کولیسٹرول پر ان کے یہی اثرات دیکھنے میں ئے، تاہم انسانوں پر تجربے کا یہ سلسلہ کچھ دن مزید جاری رہے گا۔

تاریخی اعتبار سے بادام کی شہرت کافی ہے۔ انجیل میں اس کا ذکر تعریفی انداز میں ہے۔ رومنوں میں یہ نیک شگون کے طور پر نوبیاہتا جوڑے پر نچھاور کیا جاتا ہے۔

سویڈن میں آج بھی یہ رواج ہے کہ نیک شگون کے طور پر بادام کرسمس پڈنگ میں چھپا دیئے جاتے ہیں۔

بادام میں خاصی چکنائی ہوتی ہے لہٰذا انہیں بہت زیادہ کھانے سے گریز کریں۔ ایک امریکی ماہر کے مشورے کے مطابق دن میں ایک اونس بادام کافی اور مناسب ہیں۔ نیز یہ خیال بھی رکھنا چاہئے کہ انہیں بھگو کر باریک چھلکا اتار دینے سے یہ بہتر ہوگا کہ انہیں چھلکے سمیت کھایا جائے تاکہ اس میوے میں موجود دونوں مفید کیمیائی مادوں سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ بادام میں جمنے والی چکنائی نہیں ہوتی۔

(ماہنامہ ہمدرد صحت۔ اکتوبر 2004ء)

(بشکریہ روزنامہ الفضل ربوہ)

❀❀❀❀❀❀❀❀

انبیاء علیہم السلام کی زندگی کی جڑ اور ان کی کامیابیوں کا اصل اور سچا ذریعہ دعا ہے۔

(حضرت مسیح موعود)

محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں

خالص سونے کے زیورات کا مرکز

الفضل جیولرز

الیس اللہ بکاف عبدہ

کاشف جیولرز

چوک یادگار حضرت اماں جان ربوہ

گولبازار ربوہ

فون 047-6213649

047-6215747

وصایا

منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

وصیت 15968:: میں صابرہ زکریا زوجہ پی اے زکریا قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 31 سال پیدائشی احمدی ساکن پلورتی ڈاکخانہ پلورتی ضلع ایرناکلم صوبہ کیرلہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ 23.2.05 ......وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔ بالیاں جوڑی ایک عدد 4g قیمت -/2000 ۔ذاتی مکان تعمیر کرتے وقت میں نے مبلغ -/25000 دیئے تھے جسکا 1/10 حصہ جماعت کو دوں گی میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہانہ 300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ محمد نجیب خان   الامۃ صابرہ زکریا   گواہ زکریا کے اے

وصیت 15969:: میں ایم ایم سلیمان ولد ایم محمد صاحب مرحوم قوم احمدی مسلمان پیشہ تجارت عمر 41 سال تاریخ بیعت 1984 ساکن چیلاکرہ ڈاکخانہ وینگانلور ضلع ترپچور صوبہ کیرلہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ 7.5.05 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔ ساڑھے تین سینٹ زمین میں دکانیں جسکی موجودہ قیمت اندازا -/350000 میرا گزارہ آمد از تجارت ماہانہ 1500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ ایچ شمس الدین   العبد ایم ایم سلیمان   گواہ ایم اے محمود احمد

وصیت 15970:: میں پی ایس مریم بی بی زوجہ ایم ابراہیم کٹی مرحوم قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 56 سال تاریخ بیعت 1963 ساکن چیلاکرہ ڈاکخانہ وینگانلور ضلع ترپچور صوبہ کیرلہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ 7.4.05 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔ ایک عدد ہار 20g دو عدد کڑے 15g ایک جوڑی کان کی بالی 4g قیمت اندازا -/20000 حق مہر -/100 میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہانہ 300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ ایم نصیر   الامۃ پی ایس مریم بی بی   گواہ ٹی محمد منزل

وصیت 15971:: میں وی ٹی شریف ولد وی ٹی محمد مرحوم قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 49 سال پیدائشی احمدی ساکن چیلاکرہ ڈاکخانہ کلزمنگلم ضلع ترپچور صوبہ کیرلہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ 6.4.05 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔ مکان مع زمین 17 سینٹ نمبر 88 قیمت اندازا [illegible] روپے میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہانہ -/10000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ محمد انور احمد   العبد وی ٹی شریف   گواہ ٹی محمد منزل

وصیت 15972:: میں Y زینت زوجہ مکرم ایم ایم سلیمان قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر ۳۴ سال پیدائشی احمدی ساکن چیلاکرہ ڈاکخانہ وینگانلور ضلع ترپچور صوبہ کیرالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ 07-05-05 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔ Power 4 1/4 طلائی زیور۔ حق مہر -/3000 روپے بذمہ خاوند۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہانہ -/300 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ ایم ایم سلیمان   الامۃ Y زینت   گواہ ایچ شمس الدین

وصیت 15973:: میں کے ناصر احمد ولد محترم کے کے محی الدین صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر ۳۹ سال پیدائشی احمدی ساکن چیلاکرہ ڈاکخانہ وینگانلور ضلع ترپچور صوبہ کیرالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ 07-04-05 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔

زمین ۹۹ سینٹ نمبر ۱۹ قیمت اندازاً 00-99000- زمین ۱۵ نمبر 19/20 قیمت اندازاً 00-22500- زمین ۱۵ سینٹ نمبر 23 قیمت اندازاً 00-30000- زمین 5 سینٹ معہ مکان نمبر 12 قیمت اندازاً- 00-200000 کل میزان 00-351500 روپے۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہانہ -/3498 روپے ہے۔ آمد بصورت ملازمت صدر انجمن احمدیہ بطور انسپکٹر بیت المال آمد۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ محمد انور احمد   العبد کے ناصر احمد   گواہ ٹی محمد منزل

وصیت 15974:: میں اے زلیخہ زوجہ ٹی محمد مصلیار قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 38 سال تاریخ بیعت 1995ء ساکن وَرلگا پارہ (چیلاکرہ) ڈاکخانہ کلّی منگلم ضلع ترپچور صوبہ کیرالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ 06-04-05 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔ ایک عدد بالی۔ 2 1/4 گرام۔ ایک عدد انگوٹھی 3 گرام۔ قیمت اندازاً -/5500 روپے۔ 14 3/4 سینٹ زمین مع مکان میں سے نصف حصہ میرا ہے۔ سروے نمبر 35,51۔ حق مہر 2 گرام سونے کی ایک انگوٹھی۔ قیمت اندازاً -/1400 روپے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہانہ -/300 روپے ہے۔ والدین غیر احمدی ہیں۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ ٹی مصلیار   الامۃ A زلیخہ مصلیار   گواہ محمد انور احمد

وصیت 15975:: میں محمد ٹی مصلیار ولد این کٹی مصلیار قوم احمدی مسلمان پیشہ معلم وقف جدید بیرون عمر 53 سال تاریخ بیعت 1995ء ساکن ولگا پارہ (چیلاکرہ) ڈاکخانہ کلّی منگلم ضلع ترچور صوبہ کیرالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ 05-4-6 وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔ 14 3/4 (پونے پندرہ) سینٹ زمین مع مکان قیمت اندازاً ساڑھے تین لاکھ روپیہ۔ اس میں نصف حصہ میرا ہے نصف حصہ اہلیہ کے نام پر ہے۔ نمبر 35,51 والدین غیر احمدی ہیں۔ میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہانہ -/2180 روپے ہے۔ آمد بصورت ملازمت وقف جدید بیرون۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ ٹی محمد منزل   العبد ٹی محمد مصلیار   گواہ محمد انور

EDITOR
MUNEER AHMAD KHADIM
Tel. Fax: (0091) 1872-220757
Tel. Fax: (0091) 1872-221702
Tel: (0091) 1872-220814
badrqadian@rediffmail.com

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان
Weekly BADR Qadian
Qadian-143516 Dt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 55 | Thursday | 15-22nd June 2006 | Issue No. 24-25

SUBSCRIPTION
ANNUAL: Rs. 250/-
By Air: 20 Pounds Or 40 U.S. $
: 30 Euro
By Sea: 10 Pounds Or 20 U.S. $

یاد دہانی

قرآن کریم کے درس کو روزانہ جماعتوں میں رواج دیں، چاہے چند منٹ کا ہی ہو

تلاوت قرآن کریم تو بہر حال ہر احمدی کو روزانہ ضرور کرنی چاہئے تاکہ قرآن کریم کی برکات نازل ہوں اور دل تقویٰ سے بھرتے چلے جائیں

ارشادات سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز از خطبہ جمعہ ۲۶ مارچ ۲۰۰۴

پس سب سے پہلے ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اپنی نمازوں کو، اپنی دعاؤں کو، اس کے لئے خالص کرنا ہوگا۔ اور یہی بنیادی چیز ہے۔ اگر نمازوں میں ذوق اور سکون میسر آگیا تو سمجھیں سب کچھ مل گیا۔ نمازوں میں خاص طور پر یہ دعا کریں جو ہمیں آنحضرت ﷺ نے سکھائی ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے (اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِی تَقْوٰھَا وَ زَکِّھَا وَ اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا) اے اللہ! میرے نفس کو اسکا تقویٰ عطا کر اور اس کو خوب پاک صاف کر دے اور تو ہی سب سے بہتر ہے جو اس کو پاک کر سکے (دل بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی پاک صاف ہو سکتا ہے) (صحیح مسلم کتاب الذکر والدعا) اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دلوں کو پاک کرنے کی توفیق دے۔

دلوں کو اللہ تعالیٰ کے نور سے بھرنے کے لئے، یہ دیکھنے کے لئے کہ کون سی باتیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور کون سی باتیں ہیں جن کے کرنے کا خدا تعالیٰ نے حکم عطا فرمایا ہے ہمیں قرآن شریف سیکھنا اور پڑھنا چاہئے۔ جن کو قرآن کریم کا ترجمہ آتا ہے وہ دوسروں کو سکھائیں۔ قرآن کریم کے درس کو روزانہ جماعتوں میں رواج دیں، چاہے چند منٹ کا ہی ہو، تاکہ جو خود پڑھ اور سمجھ نہیں سکتے ان تک بھی یہ خوبصورت تعلیم وضاحت کے ساتھ پہنچ جائے۔ تلاوت قرآن کریم تو بہر حال ہر احمدی کو روزانہ ضرور کرنی چاہئے تاکہ قرآن کریم کی برکات نازل ہوں اور دل تقویٰ سے بھرتے چلے جائیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو یہ بھی فرمایا ہے اگر کوئی شخص مومن نہ بھی ہو اور صرف انصاف سے کام لے کر قرآن دیکھے نہ کہ جہالت حسد اور بخل سے تو یہ بھی تقویٰ کی ابتدائی شکل ہے تو اگر کوئی شخص انصاف سے قرآن شریف پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو نور ہدایت دے دیتا ہے۔ تو جو ایمان لے آئے ہیں اور تقویٰ کی نظر سے قرآن کریم پڑھتے ہیں ان کے لئے کس طرح ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم ہدایت نہ دے اور تقویٰ پر نہ چلائے اگر ایک ایمان لانے والے کے دل میں قرآن کریم پڑھ کر اور سن کر نور ہدایت کا جوش پیدا نہیں ہوتا پھر اس کو فکر کرنی چاہئے کہ تقویٰ میں کہیں کمی رہ رہی ہے یہ سوچنا چاہئے کہ ہماری بڑائیاں اور ہماری خود پسندیاں ہمیں اصل تعلیم سے دور لے جارہی ہیں اور ہم میں تقویٰ نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم نے تو یہ کہہ دیا ہے کہ اس میں متقیوں کے لئے ہدایت ہے اگر ہم قرآن کریم کے حکموں پر عمل نہیں کر رہے تو یہ ہماری غلطی ہے اور ہمارے لئے یہ فکر کی بات ہے اللہ تعالیٰ تو ہمیں اجر دینے کا وعدہ بھی کرتا ہے بشرطیکہ ہم اس کی تعلیم کے مطابق ہدایت پر قائم ہوں اور نیکیاں بجالانے والے ہوں جیسا کہ وہ فرماتا ہے (وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّکْفَرُوْہُ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالْمُتَّقِیْنَ. (آل عمران: ۱۱۶) اور جو نیکی بھی وہ کریں گے تو ہرگز ان سے اس کے بارے میں ناشکری کا سلوک نہیں کیا جائے گا اور اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے تقویٰ پر قائم رہنے اور نیکیاں بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم اس کے ہر اس انعام سے حصہ لینے والے ہوں جو اس کے نزدیک ہمارے لئے بہترین ہے"

115 واں جلسہ سالانہ قادیان 2006ء
مورخہ 26-27-28 دسمبر 2006ء کو منعقد ہوگا

احباب جماعت ہائے احمدیہ بھارت کی اطلاع کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 115 ویں جلسہ سالانہ قادیان کے انعقاد کیلئے 26-27-28 دسمبر 2006ء (بروز منگلوار، بدھوار، جمعرات) کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ **مجلس مشاورت**:: جماعت ہائے احمدیہ بھارت کی 18 ویں مجلس مشاورت سیدنا حضور انور کی منظوری سے مورخہ 29 دسمبر (بروز جمعہ) منعقد ہوگی۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس مبارک للّٰہی جلسہ میں شرکت کیلئے ابھی سے نیت کرکے تیاری شروع کر دیں اور جلسہ کی ہر جہت سے کامیابی کیلئے دعائیں کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے آمین۔

(ناظر اصلاح وارشاد قادیان)

میٹرک سے قبل مالی تنگی کی وجہ سے
تعلیم چھوڑنے والے طلباء کے والدین توجہ فرمائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ کو اپنے مکتوب گرامی VM1654 مورخہ 27.2.06 میں توجہ دلائی ہے کہ: "احمدی طلباء کے والدین جو اپنی مالی تنگی اور غربت کی وجہ سے بچوں کو تعلیم نہیں دلوا سکتے اس لئے آپ جائزہ لیں کہ ہندوستان میں ایسے کتنے طلباء ہیں جو میٹرک سے پہلے اپنی پڑھائی چھوڑ چکے ہیں۔ اور اس کی وجوہات کیا ہیں جو بچے ہوشیار ہوں انکو پڑھانے کی طرف توجہ دیں......"

اس ارشاد کی روشنی میں نظارت تعلیم طلباء کے والدین رزونل امراء وصدر جماعت ہائے احمدیہ سیکرٹریان تعلیم سے عرض کرتی ہے کہ وہ ایسے تمام طلباء اور طالبات کا جائزہ لے لیں۔ اور صرف مالی تنگی کی وجہ سے تعلیم چھوڑنے والے طلباء کو سکول میں داخل کروائیں۔ جن کو مالی امداد کی ضرورت ہے وہ نظارت سے رجوع کریں ایسے طلباء کے مکمل کوائف آنے پر حسب قواعد امداد دیئے جانے کے بارے نظارت غور کرے گی انشاء اللہ۔

(ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان)

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد ربوہ
00-92-476214750 فون ریلوے روڈ
00-92-476212515 فون اقصیٰ روڈ ربوہ پاکستان
شریف جیولرز
ربوہ

J.K. Jewellers - Kashmir Jewellers
جے کے جیولرز - کشمیر جیولرز
چاندی اور سونے کی انگوٹھیاں خاص احمدی احباب کیلئے
Ph. (S) 01872-221672 (R) 220260
(M) 98147-58900
E-mail: Kashmirsons@yahoo.co.in
Mfrs & Suppliers of:
Gold and
Diamond Jewellery
Lucky Stones are Available here
Shivala Chowk Qadian (India)
الیس اللہ بکاف عبدہ